امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ مولانا سید شاہ علیم الدین بلخیؒ
■ مدینہ ہم نے دیکھا ہے، مگر......
■ دور حاضر میں علماء کی ذمہ داریاں
■ سیاست بدلی دیش بدلا......
■ شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 59/69 شمارہ نمبر 40 مورخہ ۲۱ صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۱/ اکتوبر ۲۰۱۹ء روز سوموار

ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل اور مشکلات

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ

دنیا کی ہر قوم مشکلات اور آزمائشوں کے دور سے گزرتی ہے، راہ کی یہ دشواریاں اور وقت کی آزمائشیں اس کی صلاحیت بقاء کی کسوٹی ہوتی ہیں، جو اس کی خداداد صلاحیتوں اور چھپی ہوئی طاقتوں کو جلا بخشتی ہیں، قوموں کی زندگی میں پیچیدگیاں اور مشکلات ''آب نشاط انگیز'' کا اثر رکھتی ہیں، اور ترقی و کامرانی کے سفر میں مہمیز کا کام دیتی ہیں، جو قومیں کبھی مشکلات ومصائب سے دوچار نہیں ہوئیں ان کے اندر نہ تو اصلاح حال کی امنگ ہوتی ہے نہ خود اعتمادی کا جوہر، بلکہ رفتہ رفتہ وہ تن آسانی، خود فراموشی اور جمود کا شکار ہو کر صفحۂ ہستی سے ناپید ہو جاتی ہیں۔

ہندوستانی مسلمان بھی آج کل ایک آزمائش کے دور سے گزر رہے ہیں، اور ان کو اپنی قومی زندگی میں چند دشواریوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ان مشکلات میں بعض خود ان کی اپنی غلطیوں کا نتیجہ ہیں اور بعض ماضی کا ورثہ اور پچھلی تاریخ کا ''بقایا'' ہے، کچھ دشواریاں ایسی ہیں جو ان حوادث وواقعات کی پیدا کردہ ہیں، جو چند برس قبل ہندوستان میں پیش آئے، لیکن اس میں شک نہیں کہ راہ کی یہ دشواریاں عارضی ہیں اور ہمارے دیکھتے دیکھتے ابتلاء کا یہ موسم گزر جانے والا ہے، بشرطیکہ مسلمان صبر وضبط سے کام لیں اور مسائل کو ٹھنڈے دماغ سے حل کرنے کی کوشش کریں اور ان کو ایک صاحب فکر، متوازن دماغ حقیقت پسند لیکن جری و بے خوف قیادت (لیڈر شپ) میسر آ جائے۔

یہاں ہم مسلمانان ہند کے چند مخصوص مسائل اور اہم مشکلات کا تذکرہ کریں گے، فرقہ وارانہ فسادات اگرچہ اس آزاد نانہ مذہبی جمہوریہ کا سب سے بڑا ''المیہ'' ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ ایک عارضی صورت حال ہے جس پر حکومت کے ذمہ داروں کے احساس ذمہ داری، حکام کی فرض شناسی اور ملک میں سیاسی شعور کی بیداری کو قابو پا لینا چاہیے۔ اصل تشویش اور فکر کا باعث وہ مسائل ومشکلات ہیں جو ''دھیمی آنچ'' کی طرح مسلمانوں کے ملی وجود کے لیے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔

دعوت وتبلیغ کی راہ کے حجابات

سب سے پہلا مسئلہ وہ مشکلات ہیں جو جدید ہندوستان میں دعوت وتبلیغ دین کے کام میں پیش آ گئی ہیں، اس حقیقت سے کون ناواقف ہوگا کہ اسلام ایک دعوتی وتبلیغی مذہب ہے، پوری دنیا میں اسلام دعوت وتبلیغ ہی کے ذریعہ پھیلا، ہندوستان میں بھی مخلص مبلغوں دیانت دار تاجروں، خدا رسیدہ بزرگوں اور صوفیائے کرام کی تبلیغ کی برکت سے جو لوگ مشرف باسلام ہوئے ان کی تعداد ان مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے جو خالص اسلامی ملکوں مثلاً جزیرۂ عرب، ایران اور ترکستان وغیرہ سے براہ راست ہندوستان آئے، اسلام کی بے لوث تبلیغ ہر زمانہ میں مسلمانان ہند کے لیے نئی روح اور نیا خون فراہم کرتی رہی ہے، تبلیغ ہی کی بدولت اس ملک کے اسلامی کنبہ میں نئے عزیز ''مہمانوں'' کا اضافہ ہوتا رہا، جنہوں نے آگے چل کر پورے عالم اسلام پر اپنی ذکاوت اور بے نظیر صلاحیتوں کا سکہ بٹھا دیا، مشہور اور معزز ترین خالص ہندوستانی گھرانوں کے افراد جو اپنی ذہانت وشرافت میں ضرب المثل تھے، حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے، ہندوستانی مسلمانوں میں بہت سی ایسی اہم شخصیتیں ہیں جن کا شجرہ نسب قریب یا دور کہیں نہ کہیں جا کر کسی اور خاندانوں سے مل جاتا ہے، ماضی قریب کی ان شخصیتوں میں مولانا عبید اللہ پٹیالوی صاحب ''تحفۃ الہند'' مولانا عبید اللہ سندھی، ڈاکٹر سر محمد اقبال، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قابل ذکر ہیں، بہت کم مسلمان اس حقیقت سے واقف ہوں گے کہ یہ حضرات ان ہندو خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے جو بعد کو اسلام لائے بلکہ ان میں سے بعض حضرات تو وہ ہیں جن پر خدا نے اسلام کی حقیقت آشکارا کر دی تو وہ بذاتِ خود مشرف باسلام ہو گئے۔

تبلیغ اسلام کا یہ سلسلہ مسلمانوں کے اخیر دورِ حکومت تک اور پھر انگریزی حکومت کے آخری زمانہ تک کامیابی کے ساتھ جاری رہا، ہر سال کثیر تعداد میں غیر مسلم بہ رضا ورغبت حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے، کیونکہ اسلام اپنے حکیمانہ اصول، توحید خالص کے عقیدہ، عدل وانصاف پسندی اور مساوات عامہ میں دوسرے تمام مذاہب سے ممتاز تھا، طبقاتی تفاوت، چھوت چھات اور نجاست وغیرہ جیسے عقائد کا اس کے اندر کوئی تصور نہ تھا، قرآن مجید، سیرت رسول اور اسلام کی تعلیمات دلوں کو فتح اور دماغوں کو تسخیر کر رہی تھیں، اگر حالات کی رفتار یہی رہتی تو بہت ممکن تھا کہ اسلام برصغیر ہند بلکہ پورے براعظم ایشیا کی عظیم ترین مذہبی طاقت بن جاتا، لیکن مسلمانان ہند اور برادران وطن کے درمیان سیاسی معرکہ آرائی شروع ہوئی جو بعد کو اس حد تک بڑھی کہ دونوں فرقوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے نفرت وعداوت کی آگ بھڑک اٹھی اور شکوک وشبہات کی ناقابل عبور دیواریں درمیان میں حائل ہو گئیں جس کے نتیجہ میں ملک کی تقسیم عمل میں آئی، ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ ملک کی تقسیم صحیح تھی یا غلط؟ یا یہ کہ اس کا کوئی دوسرا متبادل حل نکل سکتا تھا یا نہیں؟ اور کیا وہ حل قابل عمل بھی تھا یا نہیں؟ یہ سارے مباحث ہم ہندوستان کی سیاسی تاریخ لکھنے والوں کے لیے چھوڑتے ہیں جو آزادی، غیر جانبداری اور تفصیل سے ان پر روشنی ڈال سکیں گے، ہمیں جو کہنا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس سیاسی فضا نے جو مخصوص حالات کی پیدا کردہ تھی یا جسے ہندوستان نے بادل ناخواستہ یا بہ رضا ورغبت اختیار کیا تھا، دونوں فرقوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف شکوک وشبہات کی نہ مٹنے والی تلخی پیدا کر دی، ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی چیزوں کو نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتا ہے خواہ ان چیزوں کا تعلق فریق مخالف کے مذہب وعقیدہ سے ہو یا تہذیب وتمدن اور افکار وخیالات سے ہو، چنانچہ یہ جذبۂ نفرت ہندوستان میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن کر سامنے آیا اور اسلام کے بارے میں اب عام تصور یہ ہو گیا ہے کہ وہ ایک ایسے ملک کا سرکاری مذہب ہے جو فریق مقابل کی حیثیت رکھتا ہے، یا اس قوم کا مذہب ہے جس سے عرصہ تک سیاسی کشمکش، فرقہ وارانہ جنگیں پارلیمانی مباحث ہوتے رہے ہیں، ان کی یاد اب تک ذہنوں میں تازہ ہے بعض اوقات پاکستان کی ایسی خبریں اخبارات میں شائع ہوتی ہیں، جن سے یہ زخم کہن تازہ ہو جاتے ہیں۔

یہ ہندوستان میں مسلمانوں کی بہت بڑی دشواری ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ زمانہ جیسے جیسے آگے بڑھے گا ہندوستان وپاکستان کے تعلقات جس قدر بہتر ہوں گے اور جذبات پر عقل وخرد کی گرفت جتنی مضبوط ہوتی جائے گی اسی قدر اس مشکل کے حل کے سامان فراہم ہوں گے اور اسلام از سر نو ہر دل عزیزی اور محبوبیت حاصل کرے گا، بشرطیکہ مسلمان دعوت وتبلیغ کا کام حکمت عملی، خلوص اور بے غرضی سے کریں ان کے سامنے کوئی سیاسی مقصد یا اقتدار کی ہوس اور قومی برتری کا خیال نہ ہو، رشد وہدایت، خدمت خلق، وعظ وارشاد اور نبی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی اور شفقت، انہیں دنیا وآخرت کی ہلاکت خیزیوں سے نجات دلانا، ان کے پیش نظر ہو، ہندی اور دوسری علاقائی زبانوں میں سیرت نبوی اور اسلامی تعلیمات پر مشتمل دل آویز اور فکر انگریز لٹریچر جدید اسلوب نگارش میں ہندوستانی سماج کے سامنے پیش کیا جائے اپنی روحانی واخلاقی صلاحیتوں کا ثبوت دینا، اس ملک کے ساتھ اخلاص ومحبت اور اس کی ترقی وخوشحالی کے لیے جد وجہد بھی نہایت ضروری چیز ہے۔ (ماخوذ ہندوستانی مسلمان۔ ایک تاریخی جائزہ۔ ص ۱۴۳)

کردار وعمل

''تاریخ گواہ ہے کہ جب مسلمان صرف لاکھ سوا لاکھ کی تعداد میں تھے تو انہیں حکومت دی گئی، عہدے دیے گیے، انہیں عہدے اس لیے دیے گیے کہ ان کے پاس کردار وعمل کی دولت تھی، ان کے اچھے کردار نے ان کو عزت عطا کی، حکومت اور وقار عطا کیا، آج مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان کا اچھا کردار بحال نہیں ہے، کردار سازی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔''

(امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم)

بلا تبصرہ

''دن رات گاندھی کے نام کی مالا جپنے والے نیتاؤں نے ان کی کن باتوں کا خیال رکھا ہے؟ کیا واقعی وہ لوگ گاندھی جی کی نیتی پر چلتے ہیں، ہندوستان کے حکمرانوں نے گذشتہ ستر سالوں میں ان کی کس بات کو مانا ہے، کیا صرف مجسمے، تصویریں، کرنسی نوٹوں اور سڑکوں کے ناموں میں قید ہو کر رہ گیے ہیں گاندھی۔''

(دینک جاگرن ۲/ اکتوبر ۲۰۱۹ء)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

اور اللہ کی رسی سب مل کر مضبوط تھامے رہو اور باہم نا اتفاقی نہ کرو اور اللہ کا یہ انعام اپنے اوپر یاد رکھو کہ جب تم (باہم) دشمن تھے تو اس نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم اس کے انعام سے (آپس میں) بھائی بھائی بن گئے اور تم دوزخ کے گڈھے کے کنارے پر تھے سو اس نے تمہیں اس سے بچالیا اسی طرح اللہ اپنے احکام کھول کر سناتا رہتا ہے تا کہ تم راہ یاب رہو۔ (آل عمران: ۱۰۳)

مطلب : اللہ تعالی نے وحدت واجتماعیت میں بڑی قوت وطاقت رکھی ہے اور اسلام کی تعلیمات میں اسلام کے اہم ارکان کی ادائیگی اجتماعیت کے ساتھ ہی رکھی گئی ہے نماز، روزہ، حج، زکوۃ ان تمام عبادتوں کو اجتماعیت کے ساتھ ہی ادا کرنے کا حکم ہے، تاریخ کے حوالہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب مختلف ومنتشر قوتوں نے اجتماعیت واتحاد کا ثبوت دیا تو وہ ایک بڑی طاقت بن کر ابھرے اور اپنا سکہ جما دیا اور پوری دنیا پر حکمرانی کی، لیکن بڑی سے بڑی طاقت جب بکھر گئی اور مختلف ٹکڑیوں میں بٹ گئی تو آسانی کے ساتھ نگل لی گئی، اسی ہندوستان میں مسلمانوں نے کم وبیش آٹھ سو سال تک حکومت کی، جب وہ ایک ومتحد تھے اور پورے ملک پر ایک کی حکمرانی تھی تو وہ ایک مضبوط اور طاقتور حکمرانی کے مالک تھے مگر جیسے جیسے ٹکڑیوں میں بٹتے گئے، کمزور ہوتے چلے پھر ان کی اس کمزوری کا انگریزوں نے فائدہ اٹھایا اور آپس میں ایک دوسرے کو لڑا کر، ان میں انتشار پیدا کر کے آہستہ آہستہ ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا، پھر جنگ وقتال کرا کے ایک دوسرے کو شکست دلوا کر خوب فائدہ اٹھایا اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کے تمام حکمرانوں کو بے دخل کر کے قابض ہو گئے، اور یہ سب کام اس ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ کیا کہ ان لڑائیوں میں مال وجان سب مسلمانوں ہی کے برباد ہوئے، ان انگریزوں کا کچھ بھی ضائع نہیں ہوا۔

یہی حال اندلس کا ہوا جب وہ متحد اور ایک تھے تو دشمن کو نظر ملانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، علمی دینی ودنیوی ہر اعتبار سے ترقی کی اور کرتے رہے مگر جب منقسم ہو گئے اور الگ الگ حکومتیں تشکیل پانے لگیں تو طبعا ایک دوسرے سے دوری بڑھی اور یہ دوری آہستہ آہستہ دشمنی میں بدلتی چلی گئی جس کا نتیجہ جنگ وجدال کی شکل میں ظاہر ہوا اور اس سے دشمنوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا رہا پھر دشمنوں نے ان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر ہر موڑ پر شکست دے کر قابض ہو گئے اور ایک ایک کر کے مسلمانوں کو وہاں سے بے دخل ہونا پڑا۔ ترکی میں جب خلافت عثمانیہ قائم تھی اور پورے عالم اسلام پر ایک خلافت کی حکومت تھی تو سارے دشمن دبکے، سہمے اور مرعوب تھے لیکن جب اپنوں ہی نے دشمنوں کے ساتھ سازش کر کے بلکہ دشمنوں کے آلہ کار بن کر خلافت کو ختم کر کے اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور منتشر ومتفرق ہو کر الگ الگ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پر قناعت کر کے بادشاہ بن بیٹھے تو آج کہنے کو تو مسلمانوں کے ۵۷ ممالک ہیں لیکن ایک میں بھی دم خم نہیں بلکہ سب کے سب الا ماشاء اللہ اپنے ہی دشمنوں کے غلام بنے ہوئے ہیں اور انہیں اس کا احساس بھی نہیں یا احساس ہے مگر دشمنوں کے ہاتھوں بالکل مجبور ولاچار ہو چکے ہیں اور اپنی خودی وخودداری سے محروم۔ یہ تاریخیں ہمارے سامنے ہیں کہ ہمارے اتحاد واجتماعیت سے ہمیں کیا فائدہ ہوا اور انتشار واختلاف اور گروہ بندی سے کتنا زبردست خسارہ اور نقصان اٹھانا پڑا، قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تعالی نے ہمیں اسی وحدت واجتماعیت اور اتحاد کی تعلیم دی ہے، اسی کا ہم سے مطالبہ کیا ہے اور اس کی افادیت واہمیت کو بیان کیا ہے اور تفرقہ وگروہ بندی سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں اور ہمارے ملک عزیز میں وہی تاریخ دہرائی جا رہی ہے ایک طرف صورت حال یہ ہے کہ ہر چہار جانب سے دشمنان اسلام وایمان ہمارے خلاف طرح طرح کی سازشیں کر رہے ہیں، ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں، بقول حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ اس ملک کو اسپین بنانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، ہر وہ حربہ اختیار کیا جا رہا ہے جس سے مسلمانوں کی ذلت ورسوائی، پسپائی، ہمت شکنی، دل آزاری، مالی وجسمانی نقصان ہو اور ان کی عزت وعصمت کو تار تار کیا جا سکے، دوسری طرف ہمارا وہی پرانا حال ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے خلاف، نبرد آزما ہیں، معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔

حسد، بغض، عداوت، آپسی چپقلش ونا چاقیاں، غیبت، چغلی، بدخواہی، یہ ساری بیماریاں وبا کی طرح ہمارے درمیان، ہماری مجلسوں میں پھیلی ہوئی ہیں، نسلی، لسانی اور جماعتی وتنظیمی ہر طرح کی عصبیت جاہلیہ کے ہم شکار ہیں، حب جاہ وحب مال نے دین سے اتنا دور کر دیا کہ قرآن وحدیث کی کوئی بات ماننا تو دور کی بات سننا تک گوارہ نہیں کرتے، اور اسے اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے بال بچوں تک کو ایسی درسگاہوں اور تعلیمی اداروں کے حوالہ کر دیا جہاں ان کے ایمان واسلام کی کوئی ضمانت نہیں۔ آج مسلمانوں کے زوال وادبار کی سب سے اہم اور بڑی وجہ آپس کا انتشار وافتراق اور دین سے دوری ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ہمیں ہدایتیں دی ہیں "واعتصموا بحبل اللّٰہ" حبل اللہ یعنی قرآن اور اللہ کی دی ہوئی شریعت کو مضبوطی سے تھام لو اور دوسرے "ولا تفرّقوا" جس کے ذریعہ آپسی اختلافات اور خانہ جنگی سے بچنے کی تاکید، اس لیے آج سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ کے واسطے پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ آپس میں متحد وایک ہونے کی بھرپور کوشش کریں اور آپسی معاملات میں تحمل وصبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود غرضی وخودستائی سے اوپر اٹھ کر ایثار وقربانی سے کام لیں اور اسی کے ساتھ اپنے کو قرآن وشریعت سے جوڑ کر اپنی انفرادی واجتماعی زندگی مکمل طور پر احکام الہی کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

کیا مسجد کی زمین کو مندر کی تعمیر کے لیے دینا درست ہے:

ایسی مسجد جس پر غیروں نے جبرا قبضہ کرلیا ہو اور مسجد کے ڈھانچہ کو توڑ کر مندر کی شکل دے دی ہو، کیا مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے دست بردار ہو جائے اور اس بات پر صلح کر لے کہ مذکورہ مسجد کی زمین کو مندر کی تعمیر کے لیے چھوڑ دے اور اس کے عوض میں دوسری جگہ مسجد کی تعمیر کرے؟

الجواب ـــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، واقف نے اس کو اللہ کی عبادت کے لیے وقف کیا ہے، نہ کہ غیر اللہ کی عبادت کے لیے، لہذا مسلمانوں کی ایمانی اور شرعی ذمہ داری ہے کہ مسجد کی بازیابی اور اس کی آبادی کے لیے پوری جدوجہد کریں اور کوئی ایسی صلح جس سے مسجد کی حیثیت تبدیل ہو جائے، قبول کرنے سے گریز کریں؛ کیوں کہ ایسی صلح شرعا جائز ودرست نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیے اس سلسلہ میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے تیرہویں فقہی سیمینار منعقدہ ۱۸۔۲۱/ محرم ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۳۔۱۶/ اپریل ۲۰۱۶ء کا متفقہ فیصلہ:

مساجد کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے اور اس پر جمہور امت کا اتفاق ہے کہ جس مقام پر ایک بار مسجد بنا دی گئی، وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہے، اب نہ اس کی خرید وفروخت ہو سکتی ہے، نہ وہ خطۂ ارض کسی اور کو ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی شخص، یا حکومت اس کی حیثیت کو تبدیل کر سکتی ہے، مسجد دراصل وہ حصہ زمین ہے، جسے ایک دفعہ مسجد کے لئے وقف کر دیا گیا ہو، مسجد صرف در ودیوار اور مسجد میں استعمال ہونے والے تعمیری سامان کا نام نہیں؛ اس لئے اگر مسجد کی عمارت منہدم ہو جائے، یا اسے ظلماً منہدم کر دیا جائے، یا کسی وجہ سے طویل عرصہ تک وہاں نماز نہ پڑھی جائے، تب بھی وہ مسجد باقی رہتی ہے اور مسلمانوں پر اس کو دوبارہ آباد کرنا شرعاً واجب ہے۔

مسجد کا مقصد کائنات کے حقیقی خالق ومالک کی عبادت اور غیر اللہ کی معبودیت کی نفی ہے؛ اس لئے مسجد کی زمین پر بت خانہ بنانے کی اجازت ہرگز نہیں دی جا سکتی؛ کیونکہ یہ مسجد کے مقصد کے عین برعکس بات ہوگی اور یہ نہ صرف مذہب وعقیدہ؛ بلکہ تقاضائے عقل کے بھی خلاف ہوگا کہ کوئی چیز اپنے برعکس مقصد کے لئے استعمال کی جائے۔

اسلام دنیا میں عقیدۂ توحید کا نمائندہ مذہب ہے اور وہ پوری انسانیت کو اس سچائی کی طرف دعوت دیتا ہے کہ اس کائنات کا خالق اور رب ایک ہی قادر مطلق ذات ہے، جس کا کوئی شریک نہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ہمیں عدل اور رواداری کی تعلیم بھی دیتا ہے، وہ مذہب کے معاملہ میں کسی جبر واکراہ کا قائل نہیں، اس نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کسی فرد، یا قوم کی انفرادی، یا قومی اور مذہبی زمین پر قبضہ کر کے اسے زبردستی مسجد بنالیا جائے؛ اس لئے نہ صرف تاریخ؛ بلکہ عقیدہ اور اسلامی تاریخ کی رو سے بھی یہ بات صریحاً غلط ہے کہ مسلمانوں نے اس ملک میں کسی زمین، یا کسی قوم کی عبادت گاہ پر قبضہ کر کے اسے مسجد بنایا ہو۔

لہذا اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ سمینار متفقہ طور پر اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ بابری مسجد، یا کسی اور مسجد کے بارے میں ایسی کوئی صلح شرعی اعتبار سے قطعاً جائز نہیں کہ جس کا مقصد مسجد کی حیثیت کو تبدیل کرنا، یا نعوذ باللہ اسے بت خانہ بنانا ہو اور یہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اور علماء امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔

آثار قدیمہ کے تحت لی گئی مساجد کا حکم:

ہندوستان میں بہت ساری قدیم مسجدیں ایسی ہیں جو مسلم حکمرانوں کے دور کی بنی ہوئی ہیں، ان مسجدوں کو حکومت ہند نے آثار قدیمہ قرار دے کر اپنی تحویل میں لے لی ہے، ان میں نماز نہیں ہوتی ہے، ان مسجدوں کا حکم کیا ہے۔

الجواب ـــــــــ وباللّٰہ التوفیق

وہ مساجد جن کو حکومت نے آثار قدیمہ کے عنوان سے اپنی تحویل میں لے لی ہے، ان مساجد کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ قیامت تک مسجد ہے اور اس کی مسجدیت کو کسی حال میں بھی ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ولو خرب ما هوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عندالإمام والثانى أبدا إلى قيام الساعة وبه يفتى. (الدرالمختار على صدرردالمحتار: ٥٤٨/٦)

محدث کبیر علامہ نووی فرماتے ہیں: **أما المسجد فإنه إذا انهدم وتعذرت إعادته فإنه لا يباع بحال لإمكان الإنتفاع به حالا بالصلوٰة فى أرضه. (شرح المهذب: ٣٦٠/١٥)**

مسلمانوں کی شرعی ذمہ داری ہے کہ قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے حکومت سے ان مساجد کے کھولنے اور ان میں نماز کی اجازت دینے کا مطالبہ کریں، حکومت کو چاہئے کہ ان میں نماز کی اجازت دے دے؛ تا کہ مسجد کی تعمیر کا مقصد حاصل ہو اور عبادت کی ذریعہ اس کی حفاظت کا کام بہتر طور پر انجام پا سکے، اگر حکومت اس میں نماز کی اجازت نہیں دیتی ہے تو یہ اس کی بدنیتی پر محمول ہوگا، مسلمانوں کے مذہبی حقوق میں مداخلت سمجھا جائے گا اور عنداللہ بہت بڑا ظلم ہوگا، جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿ومن اظلم من منع مساجد اللّٰه ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها اولئک ما كان لهم ان يدخلوها إلا خائفين لهم فى الدنيا خزى ولهم فى الآخرة عذاب عظيم﴾ (البقرة: ١١٤) (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے روکے اور اس کو ویران کرنے کے درپے ہو، وہ تو اس لائق بھی نہیں کہ بے خوف ہو کر مسجدوں مین داخل ہوں، ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار — پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 59/69 شمارہ نمبر 40 مورخہ ۲۱ر صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۱/۱ اکتوبر ۲۰۱۹ء روز سوموار

مؤاخذہ کی کارروائی

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ پر مؤاخذہ کی کارروائی شروع ہوگئی ہے، اس کا اعلان ایوان نمائندگان کی اسپیکر ننی پیلوسی کی جانب سے کیا گیا ہے، انٹلی جنس کمیٹی کے سربراہ ریڈم بی شیف بھی اس تجویز سے متفق ہیں، اس لیے ڈونالڈ ٹرمپ کی مشکلیں کافی بڑھ گئی ہیں، مواخذہ کا عمل امریکی تاریخ کی خطرناک ترین کارروائی ہے، اب تک صرف دو امریکی صدر کے خلاف مواخذے کی کارروائی ہوئی ۱۸۶۸ء میں پہلی بار اس وقت کے صدر اینڈریو جالسن کا مواخذہ ہوا تھا اور دوسری بار ۱۹۹۸ء میں بل کلنٹن کے خلاف اس قسم کی کارروائی ہوئی تھی اور اب ڈونالڈ ٹرمپ اس کے تیسرے صدر کے طور پر مؤاخذہ کی کارروائی کا سامنا کر رہے ہیں، مواخذہ کی قرارداد نومبر تک پیش کرنے کی کوششیں جاری ہیں، اس سلسلے میں ایوان نمائندگان کے خفیہ وخارجہ امور ونگراں کمیٹی کے سربراہ کی طرف سے ٹرمپ کے وکیل روڈی گوئیلیانی کو سمن جاری کر دیا گیا ہے۔

مواخذہ کی اس کارروائی کی بنیاد وہ الزام ہے جو سیاسی حریف کی ساکھ واثرات کو نقصان پہونچانے کے سلسلے میں ڈونالڈ ٹرمپ پر لگایا گیا ہے، اس الزام میں کہا گیا ہے کہ ٹرمپ نے یوکرین کے صدر وولڈیمیر زیلنسکی پر اپنے ڈیموکریٹک جو بائنڈن اور ان کے بیٹے کے خلاف بدعنوانی کی تحقیقات کرنے کے لیے دباؤ ڈالا تھا، صدر امریکہ کے خلاف مواخذہ کی کارروائی کے سلسلے میں ڈیموکریٹس کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔

امریکہ میں مواخذہ کے عمل کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے الزامات پر کانگریس میں بحث ہوتی ہے، اس بنیاد پر صدر کے خلاف مقدمہ بھی درج کیا جا سکتا ہے، پھر یہ معاملہ ایوان نمائندگان میں پیش ہوتا ہے، جہاں معمولی اکثریت سے صدر کے خلاف سینٹ میں مقدمہ چلتا ہے اور مقدمہ کے فیصلے پر اقتدار کے بحال رہنے یا ختم ہونے کا مدار ہوتا ہے۔

صدر ٹرمپ اپنے خلاف مواخذہ کی کارروائی سے انتہائی گھبرائے ہوئے ہیں، انہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ یوکرائن کے صدر کے ساتھ اپنی گفتگو کا ویڈیو جاری کریں گے، اس لیے کہ اس گفتگو میں صرف مبارکباد دی گئی ہے، اس کے آگے ایسا کچھ نہیں ہے جو قابل مواخذہ ہو، حقیقت جو بھی ہو، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مواخذہ کی کارروائی سے ٹرمپ کی مقبولیت میں کمی آئی ہے، ایک سروے کے مطابق باون فی صد امریکی اس وقت ان کے خلاف ہیں، لیکن مواخذہ کی اس کارروائی میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم بیس اراکین پارلیامان ٹرمپ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیں۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ڈونالڈ ٹرمپ ری پبلکن کے ارکان کو متحد کرنے میں لگے ہوئے ہیں، ان کا خیال ہے کہ مواخذہ کی وجہ سے وہ لوگ بھی ان کے قریب آ سکتے ہیں، جو ماضی میں ان کی پالیسی سے برہم اور نالاں رہے ہیں، ڈونالڈ ٹرمپ نے اپنی اس شبیہ کو بہتر بنانے کے لیے ''ہاؤڈی مودی'' ریلی میں انہوں نے شرکت کی اور پچاس ہزار ہندوستانی اور امریکی افسران کو باور کرایا کہ میری خارجہ پالیسی کی وجہ سے ہی ہندوستان سے دوستی مضبوط ہوئی ہے، ان کے اس خیال کو تقویت اس بات سے ملتی ہے کہ اس ریلی میں مودی جی نے زور سے نعرہ لگایا تھا کہ ''اب کی بار پھر ٹرمپ سرکار'' ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ہندوستان میں بول رہے ہوں کہ ''اب کی بار مودی سرکار'' یہ نعرہ لگا کر مودی جی نے ہندوستانی نژاد امریکیوں کو پیغام دیا کہ ٹرمپ کا ساتھ آپ لوگوں کو نہیں چھوڑنا چاہیے، یہ دوسرے ملک کی سیاست میں دخل اندازی ہے، کاش اس بات کو ہمارے وزیر اعظم سمجھ سکتے۔

کشمیری زبان کا رسم الخط

جموں کشمیر کی بندر بانٹ کے بعد اب وہاں کی تہذیب وثقافت اور وہاں کی مقامی زبان اور اس کے رسم الخط پر بھی خطرات کے بادل منڈلانے لگے ہیں، بی جے پی کے کچھ لیڈر یہ آواز اٹھانے لگے ہیں کہ تمام علاقائی زبانوں کا رسم الخط دیوناگری کر دیا جائے اس سے پورے ملک کو جوڑنے میں مدد ملے گی، اس سے قبل گورنر انتظامیہ کی طرف سے وہاں کے ثقافتی لباس پھیرن پر پابندی لگا دی گئی تھی، جس کی وجہ سے تعلیمی اداروں اور سرکاری دفاتر میں اس لباس کے ساتھ داخلہ ممنوع ہوگیا۔ اب کشمیری زبان کے رسم الخط کو تبدیل کرنے کی مہم زوروں پر چلائی جا رہی ہے، اس سے قبل ۲۰۰۳ء اور ۲۰۱۶ء میں مرکزی وزارت برائے فروغ انسانی وسائل نے یہ تجویز ریاستی حکومت کے سامنے رکھی تھی کہ کشمیری زبان کے رسم الخط کو قدیم شاردا یا پھر دیوناگری میں تبدیل کر دیا جائے، لیکن ان دنوں وہاں گورنر راج نہیں تھا، ریاستی حکومت قائم تھی، اس نے انتہائی سختی کے ساتھ اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا، لیکن اب حالات بدلے ہوئے ہیں، کشمیر کے خصوصی دفعات ۳۷۰ اور ۳۵ اے ختم ہوگیا ہے، وہاں کی مقامی سیاسی قیادت نظر بند ہے اور ریاست میں گورنر راج قائم ہے، سب کچھ فرقہ پرستوں کے مطابق ہے، ایسے میں اس تجویز کو عملی جامہ پہنچانے کی خبر آ جائے تو تعجب نہیں ہونا چاہیے، رسم الخط کسی زبان کی بنیاد ہے، رسم الخط کے ختم ہوتے ہی اس کا وجود ختم ہو جائے گا، ۲۰۰۳ء میں مرلی منوہر جوشی کو کشمیر کے وزیر اعلیٰ مفتی محمد سعید نے مطمئن کر دیا تھا کہ اگر یہ تجویز تسلیم کر لیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ کشمیری زبان جو چھ سو سالہ تاریخ رکھتا ہے، یک لخت ختم ہو جائے گا، کیوں کہ کشمیری زبان میں چند ایسے اصوات ہیں جن کو دیوناگری میں ادا ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ان آوازوں کو فارسی رسم الخط سے بھی ہم آہنگ کرنے میں کافی دشواری ہوتی تھی، اسے شاردا رسم الخط میں لکھنا اب ممکن ہی نہیں ہے۔

ہندوستان میں تمل، سنسکرت، کنڑ، تیلگو، ملیالم اور اڑیہ کلاسک زبانوں میں شامل ہے، کشمیری بھی کلاسک زبانوں میں ضابطہ کے مطابق شامل ہو سکتی ہے، کیوں کہ کشمیری زبان ابتداء کے اعتبار سے سنسکرت کے برابر ہے، اس کا ادب ہندوستان کا قیمتی ثقافتی ورثہ ہے، لیکن حکومت اسے یہ مقام اپنے رسم الخط کو چھوڑے بغیر دینے کو تیار نہیں ہے، حالاں کہ ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق وادی کشمیر اور وادی چناب میں ۶ء۸ ملین لوگ کشمیری بولتے ہیں، اس لیے اس خاندان کو اپنے جاری رسم الخط اور اصوات کے ساتھ باقی رہنا چاہیے، اگر یہ زبان اس کا رسم الخط چھین لیے جانے کی وجہ سے مر گئی تو بڑا ثقافتی نقصان ہوگا، اور تاریخ اسے ایک المیہ کے طور پر یاد رکھے گی۔

فیصلے کی گھڑی

ہندوستان کی تاریخ میں طویل ترین مقدموں میں سے ایک بابری مسجد معاملہ پر فیصلہ کی گھڑی آپہونچی ہے، عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) نے مسلسل چالیس دنوں تک دونوں فریقوں کی بحث کو سنا ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس بحث کو نتیجہ خیز اور انجام تک پہونچانے کے لیے قابل ترین وکلاء کی خدمات حاصل کیں، جمعیۃ علماء نے بھی مضبوط انداز میں اس مقدمہ کو لڑا، سات فریقوں کی طرف سے نمائندگی مسلم پرسنل لا بورڈ نے کی اور اس کے غیر معمولی اخراجات کو برداشت کیا، اس اہم کام میں جہد مسلسل کے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی، بورڈ کے فعال جنرل سکریٹری امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے امیر شریعت اور خانقاہ رحمانی مونگیر کے سجادہ نشیں مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کی قیادت میں یہ مقدمہ لڑا گیا، اور حضرت صاحب کی فکری بصیرت، دور اندیشی اور کامیاب حکمت عملی کی وجہ سے ساری بحثیں اختتام کو پہونچیں۔

بحث کے آخری دن زیادہ گرما گرمی رہی، رام جنم بھومی فریق کے وکیل نے حوالہ کے لئے نئی کتابوں کو پیش کیا، جس میں رام مندر کا نقشہ بھی تھا، ڈاکٹر راجیو دھون نے جو مسلم فریق کے وکیل تھے اس نقشہ کو بھری عدالت میں جج کی اجازت سے پھاڑ کر پھینک دیا، پھر کیا تھا؟ فرقہ پرست طاقتوں نے اسے مسئلہ بنا دیا اور گودی میڈیا نے اس پر طول طویل بحثوں کا آغاز کر دیا، اور پورے ہندوستان میں اس مسئلہ کو ایسا بنا کر پیش کیا جیسے راجیو دھون نے نقشہ نہیں پھاڑا رام مندر ہی کو توڑ دیا ہو۔

اس موقع پر نیوز ۱۸ر نے ایک اور خبر چلا دی کہ سنی وقف بورڈ جو اس مقدمہ کا اصل فریق ہے اس نے اپنا دعویٰ آخری دن واپس لے لیا، جس سے یہ مقدمہ کمزور پڑ گیا، اس خبر نے سنسنی پھیلا دی، ابھی ایک دن قبل ہی سنی وقف بورڈ کے چیرمین ظفر فاروقی نے اپنے تحفظ کے لیے سیکورٹی فراہم کرنے کی درخواست سپریم کورٹ میں دی تھی اور سپریم کورٹ نے فوری طور پر سیکوریٹی فراہم کرنے کا حکم دیا تھا، لوگوں کے ذہن میں یہ بات گردش کرنے لگی کہ سرکار نے چیرمین پر دباؤ ڈال کر یہ عرضی پیش کرائی ہے، اور اس عرضی کے بعد وہ مبینہ طور پر دونوں فریق کی جانب سے خطرے میں ہیں، اس لیے سیکوریٹی فراہم کرنے کی ضرورت انہوں نے محسوس کی۔

اس خبر نے سنسنی ضرور پھیلائی اور مسلمانوں میں اضطراب کی کیفیت دیکھنے میں آئی جو قانون کی ناواقفیت کی وجہ سے بڑی حد تک فطری تھی، لیکن جلد ہی یہ بات سامنے آئے گی کہ یہ خبر مصدقہ نہیں ہے اور اگر مانو بھی ایسا ہوا تو بھی مقدمہ کے فیصلے پر اس کا اثر نہیں پڑے گا، کیوں کہ سنی وقف بورڈ بابری مسجد قضیہ میں تنہا مدعی نہیں ہے، بلکہ سات دوسرے بھی اس میں مدعی ہیں، اور عدالت بحث کی روشنی میں حقیت کا فیصلہ کرے گی، اس لیے کہ آستھا اور عقیدت کو کس طرح نظر انداز کیا جائے گا کہ مسجد جہاں بن جاتی ہے وہ قیامت تک مسجد باقی رہتی ہے اور مورتیوں کے رکھنے اور نماز کے نہ ہونے سے مسجد کی شرعی حیثیت بدل نہیں سکتی۔

اس مسئلہ میں ایک سوال یہ بھی اٹھتا ہے کہ کیا سنی وقف بورڈ کے چیرمین کو دعویٰ سے دست برداری کا حق ہے؟ وقف بورڈ اوقاف کی حفاظت کے لیے ہے اس کے کام کا دائرہ کار تحفظ کے گرد گھومتا ہے، اسے یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ وقف کی کسی زمین کو دوسرے کے حوالہ کر دے یا حقیت سے براءت کا اعلان کر دے۔

باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ سنی وقف بورڈ کے مقدمہ سے دست بردار ہونے کی خبر محض افواہ ہے مسلم وکلاء اور خود راجیو دھون نے ایسے کسی عرضی کے بارے میں اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا ہے، صورت حال جو بھی ہو، توقع کی جاتی ہے کہ ایک ماہ کے اندر ۱۶ر نومبر تک فیصلہ آجائے گا، کیوں کہ چیف جسٹس رنجن گگوئی ۱۸ر نومبر کو سبکدوش ہو رہے ہیں، اگر انہوں نے اپنے جانے سے پہلے فیصلہ نہیں سنایا تو پھر سے بحث کا آغاز کرنا ہوگا، اور بہت ساری قانونی پیچیدگیاں پیدا ہوں گی، اس لیے کہ جس بینچ نے اس مقدمہ کو سنا ہے، اس کا سربراہ فیصلے میں شامل نہیں ہوگا تو پھر سے کارروائی کرنی ہوگی۔

بابری مسجد کا مسئلہ مسلمانوں کے لئے خالص مذہبی معاملہ ہے اور اس بارے میں جو فیصلہ آئے گا اس کے یقیناً دوررس اثرات ہوں گے، لیکن مسلمانوں کو مثالی تحمل، صبر اور برداشت کے ساتھ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے، اسی میں ہر طرح کا خیر ہے۔

یادوں کے چراغ

مولانا سید شاہ علیم الدین بلخی فردوسی ندویؒ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

خانقاہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ کے سجادہ نشیں، شعبہ ادویات یونانی بہار یونیورسٹی کے سابق ڈین، گورمنٹ طبی کالج پٹنہ کے سابق پرنسپل، نامور حکیم طبیب حاذق، مشہور عالم دین، فقر وزہد اور توکل میں ممتاز، تصوف وسلوک کی خاندانی روایت کے امین، ڈاکٹر ریحان غنی کے خسر محترم نوجوان شاعر وادیب کامران غنی صبا کے نانا جان حضرت مولانا سید شاہ علیم الدین بلخی، فردوسی ندوی کا ۷/اکتوبر ۲۰۱۹ء مطابق ۷/صفر ۱۴۴۱ھ روز سوموار بعد نماز مغرب شام ۶/بجے ان کی رہائش گاہ بلکی ہاؤس عالم گنج میں انتقال ہوگیا، جنازہ کی نماز اگلے دن ۸/اکتوبر ۲۰۱۹ء کو سڈنی گراؤنڈ سقہ ٹولی، عالم گنج پٹنہ میں حکیم صاحب کے بڑے صاحب زادہ ڈاکٹر مظفر بلخی نے صبح نو بجے اور ساڑھے دس بجے ان کے تیسرے صاحبزادہ جناب نصر الدین بلخی نے فتوحہ میں ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور تدفین فتوحہ کے قبرستان میں ہوئی، ان کی اہلیہ سیدہ صادقہ بلخی کا صرف آٹھ دن قبل ۳۰/اکتوبر ۲۰۱۹ء کو انتقال ہوگیا تھا، کہتے ہیں کہ اسباب کے درجہ میں یہی ان کے انتقال کا سبب بنا وہ ان کی جدائی کے صدمہ کو برداشت نہیں کر سکے اور سفر آخرت پر چلے گیے، ان کے پس ماندگان میں چار بیٹے ڈاکٹر مظفر الدین بلخی، انوار الدین بلخی، نصر الدین بلخی، سیف الدین بلخی اور تین بیٹیاں سلمٰی بلخی، صبیحہ بلخی اور عالیہ بلخی ہیں۔

مولانا سید شاہ علیم الدین بلخی، بن سید شاہ تقی حسن بلخی، ابن سید شاہ علوم شرف الدین بلخی بن سید شاہ غلام مظفر بلخی کی ولادت ۱۹/دسمبر ۱۹۲۳ء کو فتوحہ ضلع پٹنہ میں ہوئی، آپ حسینی اور علوی ہیں، یعنی آپ کا سلسلہ نسب حضرت حسین بن علیؓ تک پہونچتا ہے، جو تحریری طور پر محفوظ ہے، آپ کے نانا سید شاہ یعقوب بلخی فردوسی تھے آپ کے دادا کے سگے بھائی تھے، آپ کی والدہ بی ہاجرہ بلخی آپ کے والد سید شاہ تقی حسن بلخی کی اپنی چچازاد بہن تھیں اس طرح آپ کی دادی ہال اور نانی ہال دونوں فتوحہ پٹنہ تھی، حکیم صاحب کی شادی پٹنہ کے پروفیسر الطاف کریم (م ۱۹۴۴) بن سید کریم بلخی کی دختر نیک اختر سیدہ صادقہ سے ہوئی، جو رانچی کالج میں پروفیسر تھے۔

بنیادی دینی تعلیم فتوحہ کے مکتب اور ابتدائی فارسی اور عربی کی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی جو خود اپنے وقت کے ممتاز ترین عالم، باکمال خطیب اور علوم وفنون پر گہری نظر رکھنے والے تھے، عربی کی اعلیٰ تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ میں پائی اور فراغت مدرسہ الٰہیات کانپور سے ۱۹۴۶ء میں ہوئی، انہوں نے طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے علی گڈھ اور حیدر آباد کا بھی سفر کیا اور کچھ عرصہ علی گڈھ طبی کالج اور کچھ عرصہ نظامیہ طبیہ کالج حیدر آباد میں رہ کر طب کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۵۲ء میں طبیہ کالج پٹنہ سے انہوں نے بی یو ام اس کی سند حاصل کی، ۱۹۵۷ء میں اسی کالج میں درس وتدریس سے منسلک ہوئے اور ترقی کرتے ہوئے پرنسپل کے باوقار عہدے تک پہونچے، مولانا کی مادری زبان اردو ہی تھی، لیکن عربی وفارسی زبان میں خصوصی مہارت تھی، فقہ، فلسفہ، تصوف، ادب، تاریخ اور حکمت کا مطالعہ گہرائی اور گیرائی لیے ہوا تھا، تینتیس سال قبل سے بصارت کھوئی ہوئی تھی، نابینا تھے، لیکن بصیرت سلامت تھی، حافظہ غضب کا تھا، کتابوں کے بلا واسطہ مطالعہ کو برسوں ہو گیے تھے، لیکن ماضی میں جو کچھ پڑھا تھا اور جو کتابیں مطالعہ سے گزری تھیں وہ ذہن کی گرفت سے آزاد نہیں ہو پائی تھی، اس لیے مجلسی گفتگو میں جب علوم وفنون کے اوراق الٹتے تو طبیعت مچل جاتی اور ان کی مجلس سے اٹھنے کی طبیعت نہیں چاہتی تھی، انہوں نے زمانہ دراز تک عالم گنج کی دلال کی جامع مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیا، ان کا اپنا ایک طریقہ تھا لیکن وہ مسلمانوں کے مختلف مسلک ومشرب میں اتحاد کے قائل تھے، اسلئے ہر مسلک کے لوگوں سے ان کی بنتی تھی اور وہ ہر طبقہ میں یکساں مقبول تھے، اس مقبولیت میں ان کی مرنجا مرنج طبیعت، سادگی، تواضع، انکساری اور حسن اخلاق کا بھی بڑا حصہ تھا۔

مولانا مرحوم کو تقریر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تصنیف وتالیف کا ذوق بھی ورثہ میں دیا تھا، ۱۹۵۷ء میں ان کی کتاب چار مقالے طبع ہو کر مقبول ہوئی، انہوں نے سنٹرل کونسل برائے طب یونانی نئی دہلی کے نصاب کے لیے بھی کتابیں تالیف کیں، اس کے علاوہ ان کے طویل مقالوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے، جو مختلف سمیناروں کے لیے لکھے گیے اور ملک کے مؤقر اخبارات ورسائل میں شائع ہو کر عوام الناس کے علم میں اضافہ کا سبب بنے، ان مقالوں میں روزہ کے طبی فوائد، آزاد ہندوستان میں دیسی طریقہ علاج کی اہمیت، ایک قیمتی اور نا قابل تقسیم ورثہ، بصائر وعبر، طب یونانی کے مخطوطات پر ایک نظر، اسلام اور جنسیات، شیخ الرئیس بوعلی سینا کا مقام وفضل وکمال، سائنسی حیثیت سے طب یونانی پر ایک نظر، سونے کی تلاش، تاریخی طبی کہانی (عربی سے ترجمہ) یونانی علم الادویہ تاریخ کے آئینے میں الصوم الطبیہ (عربی)، یونانی طریقہ علاج، چند اہم طبی مشورے، ریسرچ کا مسئلہ طب، یونانی میں خالص قعدے قابل ذکر ہیں، یقیناً ان کی موت سے طب یونانی کے ایک تاریخی عہد کا خاتمہ ہوگیا ہے۔

میری ملاقات حضرت سے بہت نہیں رہی، صرف دو ملاقات یاد ہے، اور اتفاق سے دونوں عالم گنج کے ایک مدرسہ جامعہ دعوۃ المعبود کے جلسہ دستار بندی میں ہوئی تھی، یہ جلسہ حضرت کی صدارت میں ہوا تھا اور مقرر میں یک وتنہا میں ہی تھا، حضرت نے ان دونوں موقعوں پر جو شفقت ومحبت ایک چھوٹے آدمی پر نچھاور کی، اکابر امارت شرعیہ کا تذکرہ جس محبت سے کیا اور میری تقریر پر جس لب ولہجے میں پسندیدگی کا اظہار کیا وہ خورد نوازی کی بہترین مثال ہے اور اس کی لذت آج بھی میں محسوس کرتا ہوں۔

انتقال سے قبل حضرت عمر کی جس منزل میں تھے اسے قرآنی زبان میں ''ارذل العمر'' کہا گیا ہے، اس عمر میں حافظہ ایسا جواب دیتا ہے کہ ساری مخلومات لاعلمی میں بدل جاتی ہے، لیکن مولانا مرحوم کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا، ان کی گرفت میں جو چیز آ گئی تھی وہ ان کے حافظہ سے آخر تک محو نہیں ہو سکی اور حسب موقع وہ باہر نکل آتی، اس ذیل میں بزرگوں کے واقعات، (بقیہ صفحہ ۱۰/پر)

گذشتہ سے پیوستہ

مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نا دیدہ نا دیدہ

: ایڈیٹر کے قلم سے

مدینہ کے گرد ونواح اور وہاں کے تاریخی مساجد اور بابرکت جگہوں سے واقفیت کے بعد اب ہم لوگ مسجد نبوی علیہ السلام کی زیارت کے لئے مسجد میں داخل ہوئے، یوں تو اس مسجد میں اکتالیس دروازے ہیں، دس مینار، ستائیس متحرک گنبد، چار متحرک سیڑھیاں اور اٹھارہ عام قسم کے زینے ہیں، اکتالیس دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہیں، داخل ہو سکتے ہیں، اس میں کسی قسم کی نہ انتظامی اور نہ شرعی دشواری ہے۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے اس مسجد کی تعمیر کی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ خود بھی تعمیر میں عملی طور پر حصہ لیا، اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کی فراہمی کے ساتھ عملی طور پر تعمیر کے کام میں شریک ہونا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، ہمارے یہاں یہ سنت متروک ہوگئی ہے، لوگ رقم اور سامان فراہم کرنے کے بعد مطمئن ہو جاتے ہیں، کہ ہم نے کچھ کام کیا، کام تو کیا، لیکن عملی طور پر دور رہے تو ایک سنت پر عمل سے محروم رہ گیے، اگر مسلمان اس سنت پر عمل کرنے لگیں تو تعمیر کا خرچ کافی کم جائے گا اور سنت کا ثواب الگ ملے گا یعنی ہم خرمہ وہم ثواب۔

اب تک اس مسجد کی نو بار توسیع ہو چکی ہے، پہلی توسیع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی ہوئی تھی، ۷ھ میں اس توسیع کے بعد مسجد کا رقبہ ۵۰x۵۰ میٹر اور چھت کی بلندی ۵ء۳ میٹر ہوگئی، ۱۷ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے دوسری توسیع کی گئی، اس توسیع میں دکھنی حصہ میں ایک رو جو پانچ میٹر کا تھا، مغربی جانب میں دو رو اور جانب شمال ۱۵/میٹر کی توسیع ہوئی اور باب السلام اور باب النساء کا اضافہ کیا گیا، ۲۹ھ میں حضرت عثمان غنیؓ کا دور تھا، اس زمانہ میں جانب جنوب شمال اور مغرب میں ایک ایک رو یعنی پانچ پانچ میٹر کا اضافہ ہوا، اس کے بعد ایک طویل وقفہ کے بعد ۹۱ھ میں مغربی جانب دو رو (۱۰/میٹر) مشرقی جانب ۳/رو (پندرہ میٹر) اور شمالی جانب میں کچھ توسیع ہوئی اس توسیع میں مسجد کے ۲۰/دروازے، چار مینار محراب اور ڈبل چھت کا اضافہ ہوا، یہ دور بنو امیہ کا تھا، بنو عباس کے دور میں بھی اس مسجد میں توسیع کی گئی ۱۶۴ھ کی اس توسیع میں صرف شمالی جانب کا استعمال کیا گیا اور پہلی صف پر چھت ڈال کر بند چبوترہ بنوایا گیا، ۸۸۸ھ میں ایک توسیع قایت بائی کے حصہ میں آئی، حجرۂ شریف کی جالیوں کی مشرقی جانب ۱۲ء۱ میٹر کی توسیع کے ساتھ ۱۱/میٹر بلند مسجد کی ایک ہی چھت بنوائی گئی، البتہ حجرہ شریف پر دو گنبد کی تعمیر ہوئی، ترکوں نے اپنے عہد میں مشرقی جانب حجرۂ شریف کی جالیوں سے متصل ۲۶۲ میٹر کی مزید توسیع کے ساتھ چھت کو گنبد نما بنایا اور اس پر شیشے لگائے، ۱۳۷۲ھ میں ملک عبد العزیز نے مشرقی، مغربی اور شمال جانب سے ۶۰۲۴ میٹر کی توسیع کے ساتھ چھت کی بلندی ۵۵ء۱۲/میٹر کر دیا اور اس عظیم کام پر ۷/کروڑ ریال خرچ کیے گیے، اب تک کی آخری اور سب سے بڑی توسیع شاہ فہد کے عہد میں ہوئی، اس نے ۱۴۱۴ھ میں ۸۲۰۰۰ مربع میٹر کی توسیع کی جس پر ۲۲/ ۷ارب ریال کی لاگت آئی اور اب اس مسجد میں بیک وقت پانچ لاکھ پینتیس ہزار لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں، گنبد خضراء کے قریب والے مینار کی بلندی ۵۳ء۴۴ میٹر اور باب السلام کے مینار کی بلندہ ۸۵ء۳۸ میٹر ہے، اس کے علاوہ اتر اور پچھم کی جانب دو منزلہ پارکنگ ہے، جس کا رقبہ ۲۹۰۰۰۰ مربع میٹر ہے، اور اس میں بیک وقت ۴۴۴۴ گاڑیاں کھڑی کی جاسکتی ہیں، مسجد نبوی کے مصلیان کو وضوء بنانے میں دشواری نہ ہو اس کے لیے چار منزلہ وضوء خانہ ہے، جس میں چھ ہزار نلکے لگائے گیے ہیں، ۲۰۰۰ بیت الخلاء بھی مصلیان کی ضرورتوں کو پوری کرتے ہیں، حفاظتی نقطۂ نظر سے ۵۴۳ کیمرے نصب کیے گیے ایر کنڈیشنگ کے لیے ۷/کیلو میٹر کا سرنگ ہے، بجلی گھر اور ایر کنڈیشنگ پلانٹ کا رقبہ ستر ہزار مربع میٹر ہے۔

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، مسجد نبوی کے اکتالیس دروازے ہیں اور کسی بھی دروازے کے اندر داخل ہوا جا سکتا ہے، لیکن زیارت کی غرض سے داخل ہونے والے کو باب السلام یا باب الرحمۃ سے داخل ہونا چاہئے، کیوں کہ اسی دو دروازے سے داخل ہونے کے بعد تاریخی آثار اور متبرک مقامات کی زیارت آسانی سے ہو سکتی ہے، ان دو دروازوں سے داخل ہونے کی صورت میں کم چلنا پڑتا ہے، ان کے علاوہ دوسرے دروازوں سے بھی داخل ہو کر یہاں تک پہونچا جا سکتا ہے، لیکن چلنا زیادہ ہوگا۔

ہم ایسا کرتے ہیں کہ ایک بار باب الرحمۃ سے داخل ہوتے ہیں، چنانچہ عزیزان محمد نظر الہدیٰ قاسمی اور وہاج الہدیٰ قاسمی کے ساتھ بعد نماز عصر باب الرحمۃ سے داخل ہوگیا، یہاں جو عمارت موجود ہے یہ ترکوں کے وقت کی تعمیر ہے، پیلر پایوں اور گنبدوں پر خوبصورت گل کاری کی گئی ہے اور قرآن کریم کی آیات خوبصورت انداز میں لکھی ہوئی ہے، پایوں کے اوپر ان حدوں کی نشان دہی کی گئی ہے جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مسجد موجود تھی، هذا حد مسجد النبی صلی الله علیه وسلم لکھ کر بعد کی توسیع سے اسے ممتاز کیا گیا ہے، باب الرحمۃ اور باب السلام کے درمیانی حصہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مکان تھا، اس حصے پر هذا حد ابی بکر الصدیق لکھا ہوا ہے، باب الرحمۃ سے داخل ہو کر سیدھے آگے بڑھتے ہوئے جب روضہ اقدس کے پچھلے حصے پر پہونچیں گے تو وہاں پر مشہور چبوترہ ہے، جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بیٹھ کر سرور کائنات سے علم بھی حاصل کرتے تھے اور دینی تربیت پاتے تھے، یہ دو حصوں میں بٹا ہوا ہے، ایک حصہ روضہ اقدس کی پچھلی جالی سے متصل ہے، جس پر دو صف میں بیٹھ کر لوگ تلاوت کرتے رہتے ہیں، اس کے بعد ایک راستہ چھوڑ کر دوسرا چبوترہ ہے، یہ بھی صفہ کا ایک حصہ ہے، یہاں پر بھی لوگ تلاوت قرآن میں مشغول رہتے ہیں، (بقیہ صفحہ ۱۰/پر)

دورِ حاضر میں علماء کرام کی ذمہ داریاں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس لئے انبیاء سے جتنی ذمہ داریاں متعلق تھیں، سلسلہ نبوت کے تمام ہونے کے بعد یہ ساری ذمہ داریاں علماء اُمت کے کاندھوں پر آگئی ہیں، ان ذمہ داریوں میں ایک اہم ذمہ داری مجادلہ حسنہ ہے، یعنی بہتر طو پر دلیل و برہان کے ساتھ اسلام کا دفاع۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ'' (النحل:۱۲۵)

اس آیت میں دیکھئے، قرآن مجید میں موعظت کے لئے ''حسنہ'' کی صفت استعمال کی گئی؛ لیکن مجادلہ کے لئے اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے فرمایا گیا: ''وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ'' موعظت میں دل سے خطاب ہوتا ہے اور ناصحانہ اُسلوب کافی ہوجاتا ہے، اور مجادلہ میں دماغ سے خطاب ہوتا ہے اور دلائل و براہین کی ضرورت پیش آتی ہے، موعظت حسنہ، غافلین کے لئے کافی ہوجاتی ہے، یعنی ان لوگوں کے لئے جو ناواقفیت، لاعلمی اور غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے راہ راست سے منحرف ہوگئے ہوں، اور 'جدال احسن' ان لوگوں کے لئے ہے، جو انکار و جحود میں مبتلا ہوں، بعض دفعہ یہ انکار لوگوں کی زبان پر آجاتا ہے، اور بعض دفعہ ماحول، روایت اور خاندانی پس منظر وغیرہ کی وجہ سے زبان تو خاموش رہتی ہے؛ لیکن دل اس کا مریض ہوتا ہے اور اس میں شکوک وشبہات کے کانٹے چبھتے رہتے ہیں، اگر کبھی ایسے ماحول میں انسان پہنچ جائے، جس میں کوئی ٹوکنے اور روکنے والی زبان موجود نہ ہو تو دل کا خیال زبان پر آجاتا ہے، یہ فکری ارتداد کا فتنہ ہے، جو تیزی سے مسلمانوں کی نئی نسل اور اپنے آپ کو دانشور خیال کرنے والے طبقہ میں در آرہا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ یورپ میں طویل عرصہ جو تقریباً تین صدیوں پر محیط تھا، ایسا گزرا کہ کلیسا نے زندگی کے تمام شعبوں کو اپنے پنجۂ استبداد میں لے لیا تھا، شاہانِ مملکت بھی پوپ کے سامنے دم بخود رہتے تھے، پوپ نے تصور دیا تھا کہ وہ زمین پر خدا کا نائب ہے اور اس کا ہر قول وفعل اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اسی من گھڑت عقیدہ کے تحت مغفرت نامے فروخت کرنے کا سلسلہ شروع ہوا، پوپ مرنے والوں کے لئے نہ صرف مغفرت نامہ لکھ کر دیا کرتا تھا؛ بلکہ جنت میں ان کی جگہ بھی متعین کرتا تھا اور یہ تعیین پوپ کو پیش کئے جانے والے نذرانوں کے لحاظ سے ہوتی تھی۔

آخر اس استحصال کے خلاف جرمنی کے ایک پادری مارٹن لوتھر (1546-1483) نے علم بغاوت بلند کیا؛ چوں کہ پورا یورپ پوپ کے ظلم سے عاجز تھا؛ اس لئے یورپ کے مختلف ملکوں میں اس کے مؤیدین اُٹھ کھڑے ہوئے، اس تحریک نے یہ نعرہ دیا کہ بندے اور خالق کا تعلق بلاواسطہ ہونا چاہئے، اس میں پوپ کے واسطہ کی ضرورت نہیں، پوپ کے مظالم کے جہاں حکومت اور عوام شکار تھے، وہیں اہل علم بھی اس سے دوچار تھے، کلیسا کی طرف سے اپنے مخالفین کو نہایت سخت سزائیں دی جاتی تھیں، اٹلی کے فلسفی اور سائنسداں برونو (1600-1548) کو زندہ جلادیا گیا، مشہور ماہر فلکیات گلیلیو (1642-1564) کو تین سال قید خانہ میں بند رکھا گیا، جہاں اس سے توبہ نامہ کا ورد کرایا جاتا رہا۔ عیسائی علماء کو اپنے غیر سائنسی اور غیر منطقی افکار پر اس درجہ اصرار تھا کہ اس کے خلاف کچھ کہنا یا لکھنا ناقابل برداشت جرم تھا؛ چوں کہ حضرت عیسیٰ زمین پر پیدا ہوئے اور ان کے عقیدہ کے مطابق زمین پر بطور کفارہ ان کے پھانسی دیئے جانے کا واقعہ پیش آیا؛ اس لئے وہ کرۂ ارضی کو کائنات کا مرکز مانتے تھے، جس کے گرد سورج کے بشمول تمام سیارے گردش کرتے ہیں، جب بعض سائنسدانوں نے اپنی تحقیق پیش کی کہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے، تو عیسائی مذہبی رہنماؤں نے اسے مذہب کے خلاف سمجھا اور جن سائنسدانوں نے اس طرح کی بات کہی، انھیں سخت سزائیں دی گئیں، وہ اس بات کو بھی بددینی سمجھتے تھے کہ زمین کو گول قرار دیا جائے اور کہا جائے کہ اس کے دونوں جانب انسان بستے ہیں، ان کا خیال تھا کہ اگر ایسا ہوتا تو عیسیٰ مسیح دوسری طرف بھی جاتے اور دوبارانسان کے لئے مصائب برداشت کرتے ''سینٹ آگسٹائن'' جیسا مذہبی رہنما بھی اس کا قائل تھا، کلیسا کا ایک بااختیار عہدیدار ''ریگن'' کہا کرتا تھا کہ نچلی فضا کے بادلوں میں عفریت چھپے رہتے ہیں، یہی قہر اور بیماریاں لاتے ہیں؛ چنانچہ عیسائی خانقاہیں اس کا علاج کرتیں، چیچک اور ہیضہ وغیرہ کو خدا کی طرف سے نازل ہونے والا قہر قرار دیا جاتا تھا اور اس کے علاج کو گناہ سمجھا جاتا تھا؛ کیوں کہ یہ خدا کو مزید ناراض کرنے کے مترادف ہے: اس لئے وہ بیماریوں کے ٹیکہ لگانے کے سخت مخالف تھے، چیچک کے ٹیکہ کے موجد ''ڈاکٹر بوائلسٹن'' کی اتنی مخالفت کی گئی کہ جس شخص نے اسے اپنے گھر میں پناہ دی، اس کے گھر پر جلتا ہوا آگ کا گولہ پھینک دیا گیا۔

ازمنۂ وسطیٰ کے عیسائیوں اور پادریوں کو اس بات پر شدید اصرار تھا کہ شہاب ثاقب کا گرنا قدرتی اور طبعی اسباب کا نتیجہ نہیں ہے، اس کو خدا بدکردار دنیا کی طرف پھینکتا ہے، دسمبر ۱۴۸۴ء میں ''انوسینٹ'' نے حکم جاری کیا کہ جادو ہی انگور کے کھیتوں، باغوں، چراگاہوں اور فصلوں کی تباہی کا نتیجہ ہے: اس لئے کلیسا کے فرمان پر ہزاروں عورتیں قید کرلی گئیں اور انھیں ایسی تکلیفیں پہنچائی گئیں کہ ان کے متعلقین عرض گذار ہوئے کہ ان کو موت کی سزا دے دی جائے؛ تاکہ وہ اس اذیت اور تذلیل سے تو چھٹکارا پاجائیں، اس طرح کے حالات تھے، جن کی وجہ سے مغرب میں عیسائیت کے خلاف بغاوت کا طوفان اُٹھا اور اس نے کلیسا کے قصر اقتدار کو زمین بوس کرکے رکھ دیا۔ اگر بات یہیں تک رہتی کہ یہ تحریک کلیسا کے نامعقول عقائد اور جبر وظلم کے ذریعہ اس کو منوانے کی کوشش کے خلاف ہوتی تو یہ بات خلاف انصاف نہیں ہوتی؛ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا؛ بلکہ یہ تحریک عیسائیت سے آگے بڑھ کر مذہب کے خلاف ہوگئی؛ حالاں کہ اسلامی تاریخ کے اُس دور میں بھی جب مسلمان علوم وفنون کی امامت کررہے تھے، اور اُس دور میں بھی جب اپنی تن آسانی کی وجہ سے وہ اس علمی مقام سے محروم ہوگئے تھے، انھوں نے نہ کبھی سائنسی تحقیق کی مخالفت کی، نہ سائنسدانوں پر جبر وظلم کیا اور نہ نامعقول وخود تراشیدہ افکار کو بزور قوت منوانے کی کوشش کی؛ لیکن جب اس تحریک نے مذہب مخالف رُخ اختیار کیا، تو اب اس نے ان افکار کو بھی نشانہ بنایا، جن پر اسلام کے بشمول تمام آسمانی مذاہب کا یقین رہا ہے، جیسے اسحاق نیوٹن (1727-1642) نے دعویٰ کیا کہ کائنات خود بخود وجود میں آئی ہے اور طبعی قوانین کے تحت چل رہی ہے، اس دعویٰ نے خدا کے وجود کے یقین کو ذہنوں میں متزلزل کردیا؛ کیوں کہ خدا کے وجود کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے اور اسی دلیل کو قرآن مجید نے بھی بار بار پیش کیا ہے کہ کسی خالق اور صانع کے بغیر کائنات وجود میں نہیں آسکتی اور وہی خالق وصانع خدا کی ذات ہے۔ قیامت کا عقیدہ اس اساس پر قائم ہے کہ مادہ بھی فانی ہے، ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ پوری کائنات فنا ہوجائے گی اور عالم آخرت شروع ہوجائے گا؛ لیکن فرانس کے ایک سائنسداں) لوائے زر (نے دعویٰ کیا کہ مادہ غیر فانی ہے، یہ اپنی شکلیں بدلتا رہتا ہے، مگر فنا نہیں ہوتا، پھر یہی بات ''ٹائٹ پی جی'' 1876 (امریکہ) نے کہی کہ کائنات کی حقیقت صرف مادہ ہے اور انسان مادہ کو نہ فنا کرسکتا ہے اور نہ پیدا کرسکتا ہے، اسی کو بعد میں جرمنی کے مشہور مفکر ہیگل (1830-1770) (جرمنی) نے تقویت پہنچائی اور کہا کہ عالَم غیب کوئی چیز نہیں ہے، جو اس کائنات میں موجود ہے، بس وہی موجود ہے، نیوٹن نے اس بات سے انکار کیا تھا کہ کائنات کے وجود میں آنے کے لئے خدا ضروری ہے۔ ''ڈارون'' (1882-1809) نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا کہ خود انسان کی تخلیق بھی کسی خالق کے بغیر ہوئی ہے، اس طور پر کہ طبعی قوانین کے تحت دنیا میں حیات نمودار ہوئی، اس نے یک خلیہ جرثومہ سے ترقی کرتے کرتے انسان کی شکل اختیار کی، گویا خدا کا وجود اور قیامت کا تصور ان دونوں کو ماننے کی ضرورت نہیں رہی۔

رہی سہی کسر ''فرائڈ'' نے پوری کردی کہ انسان ایک جنس پرست حیوان ہے، اور یہی جنسی جذبہ زندگی کا خلاصہ ہے، یہاں تک کہ بچے کا ماں کے سینے سے دُودھ پینا اور انگوٹھا چوسنا بھی جذبہ جنسی کا مظہر ہے، جہاں ''ڈارون'' اور ''نیوٹن'' نے خدا کے تصور پر حملہ کیا تھا، وہیں ''فرائڈ'' نے مذہبی اخلاقیات کو تار تار کرکے رکھ دیا، اور انسان کو منبع شہوت قرار دے دیا، مذہب کی بنیاد، وحی اور مابعد الطبعی علم پر ہے؛ اسی لئے آسمانی اور غیر آسمانی جتنے مذاہب ہیں، ان کے پاس مذہبی صحائف رہے ہیں، جو ان کے خیال کے مطابق خدائی ہدایت نامہ ہے، اسی لئے متکلمین اسلام نے حواس، اور عقل کے ساتھ ساتھ خبر صادق کو بھی علم کا ایک ذریعہ مانا ہے، مگر فرانس کے مشہور فلسفی اور سائنسداں ''ڈی کارٹ'' (1650-1597) (فرانس) نے تصور پیش کیا کہ صرف عقل وحواس ہی علم کا ذریعہ ہیں اور کوئی علم کا ذریعہ نہیں ہے، گویا اس طرح وحی کے انکار کا راستہ فراہم کردیا گیا۔ خدا کے وجود کی ایک اہم دلیل اس کی رزاقیت ہے، اٹھارہویں صدی میں مالتھس (1834-1766) (انگلستان) پیدا ہوا اور اس نے دعویٰ کیا کہ بڑھتی ہوئی انسانی آبادی کی وجہ سے وسائل رزق ناکافی ہوجائیں گے اور اسی نے تحدید نسل کی تجویز پیش کی، جس کا جادو آج پوری دنیا میں سرچڑھ کر بول رہا ہے؛ لیکن مالتھس کی اس پیشین گوئی پر دوسو سال گزرنے کو ہے اور دنیا کی آبادی اس وقت کے مقابلہ میں تقریباً دس گنا بڑھ گئی ہے؛ لیکن اس کی نوبت نہیں آئی کہ کائنات میں وسائل رزق کا دامن تنگ ہونے کی وجہ سے انسان کے مرنے کی نوبت آجائے، گویا یہ بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کا انکار ہے۔ ان تصورات کا اثر یہ ہوا کہ بعضوں نے تو سرے سے مذہب ہی کا انکار کردیا گیا، جیسا کہ ''کارل مارکس (1883-1818) جرمنی (نے مذہب کو افیون قرار دے دیا؛ لیکن جو چیز سماج میں ہزاروں سال سے رچی بسی ہو، اس کو بالکل نکال پھینکنا آسان نہیں ہوتا؛ اس لئے ایک دوسرا گروہ پیدا ہوا، جس نے مذہب کا کلیۃً انکار کرنے کے بجائے اس کی عمل داری کو محدود کردیا؛ چنانچہ فرانس کے ''فری میسن لاج (1766) نے پہلی بار لادینی طرز حیات کا تصور پیش کیا اور انقلاب فرانس (1789)ء کے بعد فرانس کے لوگوں نے اپنے لئے اسی لادینی جمہوریت کا انتخاب کرلیا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ پورے مغرب کا سب سے مقبول نظریہ ہوگیا، اس نظریہ میں مذہب کو فرد کی ذاتی زندگی تک محدود کردیا گیا، اور زندگی کے تمام شعبوں سے مذہب کو نکال باہر کیا گیا؛ چنانچہ بعض مغربی ممالک اس شدت کے ساتھ اس کے قائل اور اس پر عمل پیرا ہیں کہ وہاں مذہبی علامتوں کے استعمال کو بھی جرم قرار دے دیا گیا ہے، جیسے حجاب اور برقعہ وغیرہ۔ جب مغربی استعماریت مشرق کی طرف بڑھی، مسلم حکومتیں کمزور پڑ گئیں اور مغرب نے ان کو روند ڈالا تو لادینیت کا جو زہر وہ اپنے ساتھ لائے تھے، انھوں نے یہاں بھی اس کے انجکشن لگانے شروع کئے اور یہ حقیقت ہے کہ مغرب کے نظریۂ لادینیت اور پھر مشرق کے بڑے خطے پر کمیونزم کے اقتدار نے مسلمانوں کے ایک طبقہ کو اس سے بہت زیادہ متاثر کیا، شاید یہ کہنا بے جا نہ ہو کہ عالم عرب میں مصر اور عالم عجم میں برصغیر اس فکر کی تبلیغ کا مرکز بن گیا۔ دیگر اہل مذاہب نے تو فوراً ہی انکار مذہب کی اس تحریک کے سامنے ہتھیار ڈال دیا؛ کیوں کہ مذہب کے نام پر چند عباداتی رسوم کے سوا کوئی اور چیز ان کے یہاں موجود نہیں تھی، یا تھی تو وہ انسانی آمیزشوں میں اپنے وجود کو گُم کرچکی تھی، اور اس میں ایسی نامعقول باتیں شامل ہوگئی تھیں، جن میں حقائق کا سامنا کرنے کی صلاحیت نہیں تھی؛ اس لئے انھوں نے فوراً ہی ہتھیار ڈال دیا اور صرف فرد کی نجی زندگی میں مذہب پر عمل کرنے کی گنجائش باقی رہ جائے، اسی کو اپنے لئے کافی سمجھا؛ چنانچہ آج مسلمانوں اور کسی قدر یہودیوں کے سوا کم وبیش تمام قوموں کی یہی صورتحال ہے، خود ہمارے ملک میں راسخ العقیدہ برادرانِ وطن یہ تو کہتے ہیں کہ مسلم پرسنل لا کو ختم کردیا جائے؛ لیکن کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہے کہ ''منوسمرتی'' پر مبنی حقیقی ہندو قانون کو لایا جائے؛ اس لئے کہ اس کو وہ بھی ناقابل عمل اور فرسودہ سمجھتے ہیں۔ اب چوں کہ لادینیت کے فلسفہ کے مقابلہ میں صرف اسلام ہے؛ اس لئے ان کی طرف سے سارے حملے اسلام پر کئے جاتے ہیں، اسلام چوں کہ خالق کائنات کا بھیجا ہوا دین ہے؛ اس لئے وہ کائنات کی فطرت، عقل اور انسانی ضرورت ومصلحت سے صد فیصد ہم آہنگ ہے: اس لئے عمومی طور پر مسلمانوں پر یہ جادو نہیں چل پاتا ہے۔ آج بھی اُمتِ مسلمہ کی غالب ترین اکثریت اسلام پر بھرپور یقین رکھتی ہے، اور ایمان کی جڑیں ان کے دل ودماغ کی گہرائیوں میں پیوست ہیں؛ اس لئے جیسے مغرب و مشرق کی دوسری قوموں نے اس فلسفہ کو قبول کرلیا، مسلمانوں کو فتح کرنے میں انھیں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی؛ اس لئے مغرب نے مسلمانوں میں سے دو طبقوں کو اپنا آلہ کار بنانے کی کوشش کی اور اعتراف کرنا چاہئے کہ انھیں اس میں ایک حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی، ایک: مغرب نواز فرمانرواؤں کو مسلم ملکوں پر مسلط کرنا، جنھیں عوامی انتخاب کے ذریعہ نہیں؛ بلکہ فوجی انقلاب کے ذریعہ تخت اقتدار پر پہنچایا جائے، اور ان سے جبر وتشدد کے ذریعہ مغربی نظام حیات کو نافذ کرایا جائے، اسلام کے قانون تعزیرات، قانون مالیات، سیاسی نظام اور تعلیمی نظام کو تو ختم کرہی دیا جائے، ساتھ ساتھ عائلی زندگی کا تعلق چوں کہ فرد کی نجی زندگی سے ہوتا ہے؛ اس لئے اس میں بھی احتیاط کے ساتھ اور تدریجی طور پر کاٹ چھانٹ کی جائے، مغرب کی اس ریشہ دوانی سے شاید ہی کوئی مسلم ملک محفوظ ہو۔ (بقیہ صفحہ ۸ رپر)

سیاست بدلی دیش بدلا، بدلا ہندوستان

ڈاکٹر مظفر حسین غزالی

ملک میں جنتا پارٹی کے ابھار کو سیاسی تبدیلی کا آغاز مانا جاتا ہے۔اس میں کانگریس کی پالیسی پروگرام سے اختلاف رکھنے والی جماعتیں بہ شمول جن سنگھ شامل تھیں۔ جنتا پارٹی کی ٹوٹ کے نتیجہ میں ریاستی پارٹیاں وجود میں آئیں۔انہوں نے کسی نظریہ کے بجائے ذات وطبقات کی بنیاد پر اپنی سیاسی عمارت کھڑی کی۔جس نے نسلی و مذہبی عصبیت کو جنم دیا۔نتیجہ کے طور پر ملک میں نسلی تصادم وفرقہ وارانہ فسادات کی جھڑی لگ گئی۔ کانگریس اپنی ڈھل مل پالیسی کی وجہ سے ان کو روکنے میں ناکام رہی۔ کانگریس کے اس رویہ سے ریاستی جماعتیں اور مضبوط ہوئیں۔جن سنگھ یعنی بھارتیہ جنتا پارٹی کہیں ان پارٹیوں کے ساتھ تھی تو کہیں ان کے مد مقابل۔مگر اصل طاقت اسے بابری مسجد رام جنم بھومی تنازعہ سے حاصل ہوئی۔وہ پارلیمنٹ میں دوسیٹوں کی جگہ 1989 کے الیکشن میں 80 سیٹیں جیت کر جنتا دل حکومت میں حصہ دار بن گئی۔

سیکولرزم کی دعویدار جماعتوں ودانشوروں نے نہ اس سیاسی تبدیلی پر سنجیدگی سے غور کیا اور نہ ہی ملک میں آرہے بدلاؤ کو روکنے کی کوئی بامعنی کوشش کی۔رہا سوال مسلمانوں کا تو وہ فسادات سے نبٹنے، ریلیف بانٹنے اور کھانے میں لگے ہوئے تھے۔جبکہ دوسرے طبقات وذات کے لوگ سیاسی طور پر خود کو طاقتور بننے کی کوشش کر رہے تھے ۔مسلمان فسادات، کامن سول کوڈ سے بچنے کیلئے کبھی ایک تو کبھی دوسری پارٹی کا جھنڈا اٹھاتے رہے۔مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔فسادات کی وجہ سے مسلمانوں کے پشتینی کاروبار چھن گئے۔وہ مالک سے مزدور بن گئے۔ پرسنل لاء کو بچانے کے نام پر شاہ بانو معاملہ میں سپریم کورٹ کے فیصلے کو پارلیمنٹ سے پلٹوانا مہنگا پڑا۔ ہندوؤں کو خوش کرنے کیلئے حکومت نے بابری مسجد کا تالا کھول دیا۔اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔آج تین طلاق مخالف بل منظور ہو کر قانون بن چکا ہے۔ بڑے بڑے دعویٰ کر کے مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے اور بی جے پی کو مسلم وملک مخالف بتانے والی پارٹیاں کچھ نہ کر سکیں۔جب ریاستوں میں پسماندہ ذاتیں اور طبقات اپنے کو سیاسی طور پر امپاور کر رہے تھے، اس وقت مسلمانوں نے نہ اپنے آپ کو امپاور کیا اور نہ ہی ملک میں آرہی تبدیلی کے لحاظ سے تیاری کی۔جس کی وجہ سے وہ سیاسی اعتبار سے بے محل ہوتے جا رہے ہیں۔قومی ومذہبی عصبیت نے فرقہ واریت کی شکل اختیار کر لی۔سیاسی جماعتوں نے اسے اور بڑھایا۔خاص طور سے ہندو مسلم اور پاکستان کا سوال سیاسی پارٹیوں اور حکومت کو نہ صرف جواب دہی سے بچاتا ہے بلکہ اقتدار تک پہنچنے کا راستہ بھی آسان بناتا ہے۔ 2014 کے الیکشن سے پہلے کے حالات کو یاد کیجئے، اس وقت مظفر نگر فساد، لو جہاد، گھر واپسی، شمشان وقبرستان اور کیرانہ سے ہندوؤں کی نقل مکانی جیسی باتیں پبلک ڈومین میں تھیں۔بی جے پی نے ترقی (وکاس) کے ساتھ راشٹرواد کو جوڑ کر اچھے دن کا خواب دکھایا۔مگر اس کے انتخابی ایجنڈے میں فرقہ واریت شامل تھی۔ کیونکہ جن حضرات پر فساد، نقل مکانی کا جھوٹ پھیلانے کا الزام تھا، انہیں اسٹیج پر بلا کر عزت دی گئی اور حکومت بننے پر وزارت۔انعام انہیں بھی ملا جو گھر واپسی، لو جہاد اور شمشان، قبرستان جیسے اشتعال انگیز بیان دے رہے تھے۔نوازا انہیں بھی گیا جو بی جے پی کی مخالفت کرنے والوں کو راشٹر رودھی بتا کر پاکستان جانے کو کہہ رہے تھے۔

اس صورتحال نے رواداری، قومی یکجہتی اور انیکتا میں ایکتا کو بری طرح متاثر کیا۔بیس کروڑ مسلمانوں سے ڈرا کر سو کروڑ ہندوؤں کو ووٹ بنک میں بدلنے کی کوشش کی گئی۔بی جے پی کی حکومت کو آٹھ سو سال کی غلامی سے آزادی بتانے سے نہ صرف سیاست بدلی بلکہ ملک کا ماحول بھی بدل گیا۔گائے، چوری یا خاص طرح کے پہناوے کو بنیاد بنا کسی شخص کو پیٹ پیٹ کر مارنے والوں کو سزا کے بجائے پھول مالا پہنانے کی نئی روایت سے فرقہ واریت کی کھائی اور چوڑی ہوئی۔انصاف کے دوہرے معیار نے شر پسندوں کے حوصلے اور بلند کئے۔ اس سے اکثریت پسندی کے رجحان کو بھی فروغ ملا۔جبکہ ملک کی اکثریت سیکولرزم میں یقین رکھتی ہے۔ مصنفین اور دانشوروں کا ملک میں بڑھ رہی عدم رواداری کے خلاف احتجاجاً ایوارڈ واپس کیا جانا اس کا ثبوت ہے۔پھر بھی اس سوچ نے بڑے طبقہ کو متاثر کیا، جس کے نتیجہ میں بی جے پی دوبارہ اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔اس کیلئے اپوزیشن کا رویہ بھی بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔عوام کو بی جے پی سے بہتر حکومت دینے کا وہ یقین نہیں دلا سکے۔منصوبہ بندی کی کمی، آپسی اختلافات، لیڈرشپ سے بغاوت اور غیر واضح پالیسی نے عوام کو بی جے پی کے ساتھ جانے کیلئے مجبور کر دیا۔نیو انڈیا نعرے کے ساتھ دوبارہ اقتدار میں آئی بی جے پی سے امید بندھی تھی کہ اس بار وہ کچھ بہتر کرے گی۔وزیر اعظم نریندر مودی کی پہلی تقریر سے بھی اس کا اشارہ ملا تھا۔انہوں نے سب کا ساتھ، سب کا وکاس کے ساتھ سب کے وشواس (اعتماد) پر زور دیا تھا۔انہوں نے مسلمانوں کا دل جیتنے اور ملک سے غریبی دور کرنے کی بات کہی تھی۔مگر عملی سطح پر اس کا کوئی خاص اثر نظر نہیں آیا۔ہجومی تشدد نہ صرف جاری ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوا ہے۔ملک سے غریبی کیسے دور ہوگی، اس بارے میں کوئی واضح پالیسی ابھی تک سامنے نہیں آئی ہے۔2019 کے الیکشن نے صرف اپوزیشن کو ہی کمزور نہیں کیا بلکہ این ڈی اے میں شامل پارٹیاں بھی کمزور ہوئی ہیں۔ان کے پاس این ڈی اے کے ساتھ رہنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔اگر یہ این ڈی اے کا ساتھ چھوڑتی ہیں تو ان کی وہ حیثیت بھی باقی نہیں رہے گی جو آج ہے۔ وزارتوں کی تقسیم اور پارلیمنٹ کے بجٹ سیشن کی معیاد بڑھا کر پاس کرائے گئے بل پر ہوئی بحث کے دوران اس کا مشاہدہ ہوا۔عوام نے بی جے پی اور اس کی حکومت میں جو یقین دکھایا اس کا تقاضا ہے کہ ہر ہاتھ کو کام اور ہر انسان کو حفاظت وصحت کی سہولت ملے۔لوگوں کو بانٹ کر الیکشن تو جیتا جا سکتا ہے مگر ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن نہیں کیا جا سکتا۔ملک کی سلامتی کیلئے عوام کے درمیان رواداری، یکجہتی، محبت اور ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ پیدا کرنا ضروری ہے۔ملک عوام سے بنتا ہے اور عوام کا اتحاد اس کو مضبوط بناتا ہے۔ ہر چھوٹی چھوٹی بات کیلئے نہرو اور ان کے خاندان کو کوسنے کے بجائے حکومت کو خود راستہ نکالنا چاہئے۔کانگریس کی حکومتوں کو جو سمجھ میں آیا انہوں نے کیا۔بی جے پی کے سامنے ان سے بہتر کرنے کا چیلنج ہے۔چیلنج یہ بھی ہے کہ ملک میں مثبت بدلاؤ ہوں تا کہ نیو انڈیا کا خواب پورا ہو سکے۔یہ صرف راشٹرواد کا راگ الاپنے سے تو ہرگز نہیں ہوگا۔

این آرسی کی حقیقت

'کوا کان لے گیا' والے مقولے کی طرح این آرسی کے متعلق مسلمان غلط بیانی کا شکار ہو کر بے وجہ خوف زدہ ہیں۔اس میں سوشل میڈیا پر گردش کر رہی صوتی کلپ اور اردو اخبار کی ایک خبر نے آگ میں گھی کا کام کیا ہے۔ بلا شبہ ملک کے حالات سے انصاف پسند حضرات مطمئن نہیں ہیں۔ملک میں مسلمانوں، آدی واسیوں اور دلتوں کو پریشان کیا جا رہا ہے۔مستقبل میں ان کو مزید نشانہ بنا کر حالات کو خراب کرنے کے امکان سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔اس کیلئے مسلمانوں کو آدی واسیوں اور دلتوں کے ساتھ مل کر آنے والی نسلوں کی سلامتی کیلئے منصوبہ بند طریقہ سے ٹھوس اور عملی اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔

عوام کو اس کے حقوق کے تئیں بیدار کرنا اچھا عمل ہے مگر نادانستہ طور پر بھی علاج کے نام پر بیماری میں اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔حساس موضوعات پر عوام کے درمیان کوئی بات رکھنے سے پہلے ضروری معلومات حاصل کر لینی چاہئے۔ ہر کس وناکس کے ذریعہ موبائل پر کچھ بھی ریکارڈ کر کے عوام میں پھیلانا یا اس کو بلا تحقیق وائرل کرنا عقلمندی نہیں۔اسی طرح بلا تصدیق اور تحقیق کے کسی اہم موضوع پر خبر شائع کرنا اصول صحافت کی سراسر خلاف ورزی ہے۔اردو میں اس موضوع پر کافی کچھ لکھا جا چکا ہے اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ آسام میں مقامی اور غیر اسمی زبان بولنے والوں کا مسئلہ اس وقت شروع ہوا جب 1978 میں 36 مسلمان جیت کر اسمبلی میں پہنچے۔1979 میں آل آسام اسٹوڈنٹ یونین نے غیر آسام والوں کو باہر نکالنے کیلئے زبردست احتجاج کیا۔ اس نے مقامی اور غیر مقامی کے سوال میں اتنی شدت پیدا کر دی کہ اس کے نتیجہ میں غیر اسمی بولنے والوں کا 1983 میں نیلی سمیت آسام کے مختلف علاقوں میں بڑے پیمانے پر قتل عام ہوا۔جس کے بعد این آرسی نے سنجیدہ سیاسی وسماجی مسئلہ کی شکل اختیار کر لی۔ 1985 میں حکومت ہند اور آسو کے درمیان معاہدہ میں 25 مارچ 1971 کے بعد ریاست میں آنے والے لوگوں کو غیر ملکی قرار دیا گیا۔اس معاہدے پر 1990 تک بھی عمل ہو گیا ہوتا تو بی جے پی کو آسام میں پیر جمانے کا موقع نہیں ملتا۔این آرسی کا عمل ہندو مسلمان کے بجائے اسمی وغیر اسمی بھاشا بھاشی کا مسئلہ تھا۔اسے فرقہ وارانہ رنگ دینے کی کوشش ہوتی رہی، جو آج بھی جاری ہے۔ آسام کے مسلمان چاہتے ہیں کہ حقائق پر مبنی صحیح اور معقول طریقہ سے این آرسی لسٹ تیار ہوتا کہ تشدد پسند لوگوں کی زبان پر لگام لگ سکے۔کہ مسلمان آسام کے ہی رہنے والے ہیں وہ غیر ملکی نہیں ہیں۔البتہ وہاں این آرسی تیار کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا، وہ تکلیف دہ ہے۔ایک ہی گھر میں بیٹے کا نام لسٹ میں آ گیا مگر والد کا نام غائب ہے۔بیوی کا نام شامل ہے لیکن شوہر کا نام ندارد وغیرہ۔اسی طرح شہریت کے ثبوت میں پیش کئے گئے کاغذات کی بنیاد پر ایک کا نام درج ہو گیا مگر خاندان کے دوسرے افراد کا نام رہ گیا۔اس کے خلاف مقامی سطح پر برابر آواز اٹھتی رہی ہے۔

جولائی 2018 میں این آرسی کا حتمی مسودہ سامنے آیا تو انکشاف ہوا کہ 40 لاکھ لوگ اپنے ہندوستانی ہونے کا ثبوت فراہم کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ایسے 'غیر ملکیوں' کیلئے 6 حراستی کیمپ بنائے گئے ہیں۔سپریم کورٹ نے چھوٹنے والوں کو دوبارہ کاغذات پیش کرنے کا موقع دیا کیونکہ ان میں سے اکثر کے پاس دستاویز نہیں یا ناقص تھے۔اس دوران اے آئی ڈی یو ایف، اے پی سی آر اور پاپولر فرنٹ جیسی تنظیموں نے خوش اسلوبی کے ساتھ بڑے پیمانے پر کام کیا۔ان کے رضا کاروں نے مقامی لوگوں کو کاغذات مہیا کرنے میں تعاون کیا اور ان کی شہریت کا حق بحال کرایا۔ملی تنظیموں کے اس کارنامہ کے سبب مسلمانوں کی بڑی اکثریت نے راحت کی سانس لی ہے۔اس کے برخلاف ہندو تنظیمیں مستعدی کے ساتھ یہ کام نہیں کر سکیں۔اس لئے وہ ری ویری فکیشن کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ اصل باشندوں کے نام شامل ہونے سے رہ گئے ہیں۔اس لئے این آر سی کو شائع کرنے کی تاریخ آگے بڑھائی جائے۔اے بی وی پی نے 22 ضلعوں میں مظاہرہ کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا۔جبکہ آسو تاریخ کو آگے بڑھانے کے حق میں نہیں ہے۔ ہندو تنظیموں کو یہ اندیشہ ستا رہا ہے کہ فائنل این آرسی میں بڑی تعداد میں ہندوؤں کے نام نہیں ہوں گے۔مرکزی حکومت مہاجر غیر مسلمین کی شہریت کا قانون ابھی تک منظور نہیں کرا پائی ہے۔اس لئے وہ اس معاملہ کو ایک سال ٹالنا چاہتی ہیں۔

۳۱/اگست کو فائنل لسٹ شائع ہوئی ہے۔تقریباً 3.5 کروڑ کی کل آبادی میں سے قریب ۱۹/لاکھ لوگوں کے نام فائنل لسٹ سے خارج ہو گئے ہیں۔یہ بذات خود ایک بہت بڑی تعداد ہے، جن میں تمام مذاہب کے افراد ہیں جو یقیناً تشویش کی بات ہے۔لیکن اس سے بڑا انکشاف یہ ہوا کہ اس میں بارہ لاکھ سے زیادہ ہندو ہیں۔ ہندوؤں کی اتنی بڑی تعداد کا این آرسی سے باہر رہ جانا ہندو تنظیموں کی بوکھلاہٹ کا سبب بن گیا ہے اور اب ان کی طرف سے این آرسی پر سوال اٹھائے جانے لگے ہیں۔بہر حال جو لوگ این آرسی سی سے باہر رہ گئے ہیں ان کی رہنمائی اور ڈیٹنشن کیمپس میں متاثرین کی مدد کیلئے ایک سے زائد تنظیمیں دن رات کام کر رہی ہیں جن میں غیر مسلم اور حقوق انسانی سے جڑی ہوئی تنظیمیں بھی شامل ہیں۔سپریم کورٹ میں بھی معاملات کی پیروی کرنے والی کوئی ایک تنظیم یا کوئی ایک گروپ نہیں ہے۔اس میں مزید تعاون مزید شراکت کی ضرورت ہے۔ اس کام میں مزید لوگوں اور تنظیموں کو جوڑا جائے بلکہ جو کام کر رہے ہیں انہیں مل کر باہم مشورہ، پلاننگ اور مضبوطی کے ساتھ کرنا چاہئے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری احوال وافکار

مولانا رضوان احمد ندوی

قطب الاقطاب مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ (۶۶۱ھ۔۷۸۲ھ) بہار کے عالی نسب صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے، ان کے پدری خاندان کا شجرہ عبدالمطلب اور مادری شجرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے، حضرت منیری کا شمار تاج الاولیاء میں ہوتا تھا، اللہ نے آپ کو صحیح علوم اور حقائق ومعارف سے حصہ وافر عطا کیا تھا، مورخین نے لکھا کہ ان کا خاندان شہرالخلیل جو بیت المقدس کا ایک محلّہ ہے وہاں سے ۵۷۶ھ میں نقل مکانی کر کے منیر ضلع پٹنہ میں آباد ہوا اور اس علاقہ میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کی، جب حضرت مخدوم سن رشد کو پہونچے تو تمام مروجہ علوم وفنون میں کمال حاصل کیا، انہوں نے مولانا شرف الدین ابوتوامہ کی صحبت میں اچھی تربیت پائی ۲۲/سال تک علوم ظاہری وباطنی کی تحصیل کی، تعلیم وتربیت سے فراغت کے بعد دہلی کے شیخ نجیب الدین فردوسی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، شیخ فردوسی نے کچھ نصائح لکھ کر وطن رخصت کردیا۔ مناقب الاصفیاء میں ہے کہ شیخ فردوسی نے بیعت کرنے کے بعد تحریری اجازت نامہ بھی حوالہ کیا، شیخ شرف الدین نے عرض کیا کہ مجھے تو ابھی خدمت والا میں کچھ روز رہنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا، اور میں نے سلوک کی تعلیم بھی ابھی جناب سے حاصل نہیں کی، میں اس اہم ذمہ داری اور نازک کام سے کیسے عہدہ برآ ہوسکوں گا؟ خواجہ نجیب الدین نے ان کو اطمینان دلایا کہ یہ معاملہ اشارہ غیبی سے ہوا ہے اور ان کی تربیت نبوت کی طرف سے ہوگی، اس کے بعد ان کو رخصت فرمایا اور کہا کہ ''جب راستہ میں کوئی خبر سننے میں آئے تو واپس نہ ہوں'' چنانچہ ایک ہی دومنزل طے کی تھی کہ حضرت خواجہ صاحب کی وفات کی اطلاع ملی، آپ نے حسب وصیت سفر جاری رکھا اور منیر کی طرف روانہ ہوئے۔ (بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت ج ۳ ص ۱۹۶) منیر پہونچ کر علم ومعرفت اور راہ سلوک کی مختلف منزلیں طے کیں، جنگلوں اور صحراؤں میں خلوت نشینی اور چلہ کشی کی مشہور ہے کہ آپ بہیا ضلع شاہ آباد کے جنگل میں ۱۲ سال تک یاد الٰہی میں مشغول رہے، پھر راجگیر کے جنگل میں سخت مجاہدے کئے پھر جب دل نورالٰہی سے پوری طرح روشن ہوگیا تو خلق خدا کی اصلاح اور تزکیہ باطن میں لگ گئے، وہ زمانہ سلطان محمد تغلق کا تھا، اس نے آپ کی بزرگی اور درویشی کا شہرہ سن کر منیر میں ایک خانقاہ تعمیر کرائی، جس کے گوشہ میں بیٹھ کر عوام وخواص دونوں کو سدھارنے کی کوشش فرمائے، رشد وہدایت کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا، آپ کی اصلاحی مجلسوں میں قاضی صدرالدین، مولانا کریم الدین، قاضی شمس الدین جیسے علماء ومحدثین بھی شریک ہوتے، اور آپ سے مختلف مسائل پر بحث وگفتگو کرتے اور آپ انہیں عالمانہ انداز میں تشفی بخش جواب دیتے، بسا اوقات ارباب حکومت اور اصحاب دولت بھی آپ کی مجلسوں میں حاضر ہوا کرتے تھے، اور آپ انہیں خلق خدا کی خدمت کے لئے آمادہ فرماتے، اللہ نے آپ کی عمر میں بڑی برکت عطا کر رکھی تھی، کم وبیش ایک سو اکیس سال کی عمر پائی، اس عرصہ میں سیکڑوں لوگوں نے آپ کے فیوض وبرکات سے اپنے دامن کو بھرا، سوانح نگاروں نے آپ کے مریدوں کی تعداد ۳۱۳ بتلائی ہے، ان میں مولانا نصیرالدین جونپوری، مولانا شہاب الدین ناگوری، مولانا نظام الدین، مولانا حسام الدین آپ کے اجلہ خلفاء میں تھے، لیکن ان میں شیخ مولانا مظفرالدین بلخی آپ کے بہت نمایاں اور بڑے محبوب خلفاء میں تھے، اس لئے کہ حضرت مخدوم نے ان کی خاص انداز میں تربیت کی تھی، مناقب الاصفیاء کے مرتب نے لکھا ہے کہ وہ جب پہلی دفعہ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنے علم میں سرشار ہوکر حضرت مخدوم الملک کے سامنے کچھ علمی اشکالات پیش کیں، حضرت مخدوم الملک ان کا جواب دیتے تو وہ کہتے کہ میں تسلیم نہیں کرتا، حضرت مخدوم اپنی ناگواری کا اظہار کرنے کے بجائے ان سے اور بھی اخلاق سے پیش آتے رہے اور شافی جواب دے کر ان کو مطمئن کرتے، پھر تو ان کو بڑی شرمندگی ہوتی، حضرت مخدوم الملک کے اخلاق کے سامنے جھک کر ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے، جب وہ مرید ہوگئے تو حضرت مخدوم الملک نے ان کو ازسرنو تعلیم حاصل کرنے کو کہا اور فرمایا کہ اب تک تم نے جو علم حاصل کیا تھا وہ جاہ ومنزلت کی خاطر تھا جو راہ طریقت میں کام نہ آئے گا، اب اس راہ کے لئے پھر سے علم حاصل کرو، تحقیق میں لگ جاؤ، مرید نے مرشد کے نصیحت پر عمل کیا اور راہ سلوک میں اس درجہ کمال پیدا کیا کہ جب وہ حضرت مخدوم الملک سے ملنے کو آتے تو وہ ان کا استقبال دروازہ تک جاکر کرتے، ان کے مریدین کہتے کہ ماہ آتا ہے شاہ آتا ہے۔ (بحوالہ بزم صوفیہ ۴۲۹) یہ سب حضرت مخدوم الملک کی صحبت کیمیا کا اثر تھا، انہوں نے حضرت مخدوم کے بہت سے ملفوظات کو مرتب بھی کیا، جو علوم وکمالات کے گنجہائے گرانمایہ ہے، اسی طرح حضرت مخدوم الملک کے مکتوبات کو ان کے معتمد خاص شیخ زین بدر عربی نے ''مکتوبات صدی'' کے نام سے مرتب کرایا، جو اس وقت مطبوعہ شکل میں موجود ہے، اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی محرم راز آشنائے حقیقت لکھ رہا ہے، یہ خطوط قلم سنبھال کر نہیں لکھے گئے، بلا تکلف خلوص کے ساتھ لکھے گئے ہیں، جس کا مقصد تھا کہ بندے کا رشتہ اللہ سے جوڑ دیا جائے۔ آپ کے مکتوبات کی علمی وفنی حیثیت اور ادبی خصوصیات پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے لکھا کہ حضرت مخدوم کی زندہ یادگار اور ان کے علوم ومعارف کا آئینہ دار ان کے مکتوبات کا وہ نادر مجموعہ ہے جو نہ صرف ان عصر کی تصنیفات میں بلکہ معارف وحقائق کے پورے اسلامی ذخیرہ میں خاص امتیاز رکھتا ہے، علم کی گہرائی، تحقیقات کی ندرت، مشکلات کی عقدہ کشائی، ذاتی تجربات، اذواق صحیحہ، مجتہدانہ علم ونظر، کتاب وسنت کے صحیح وعمیق فہم، مقام نبوت کی حرمت وعظمت کے بیان، شریعت کی حمایت اور وجد انگیز نکات اور شرعی لطائف کے اعتبار سے پورے اسلامی کتب خانہ میں حضرت مخدوم الملک کے مکاتیب اور مکتوبات امام ربانی کی نظیر نہیں ملتی، ان مکاتب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے محققین وعارفین کے علم وفکر کی رسائی کن بلندیوں تک ہے اور انہوں نے معرفت الٰہی ایمان ویقین، مشاہدہ وادراک، تصفیہ وتزکیہ نفس، روح کی لطافت وذکاوت، اخلاق کی باریکیوں اور نفس انسانی کی کمزوریوں اور غلطیوں کے دریافت میں کہاں تک ترقیات وفتوحات حاصل کیں اور ان کی ذکاوت اور قوت فکریہ کے طاہر بلند آواز نے کن کن بلند شاخوں پر اپنا نشیمن بنایا اور کن کن فضاؤں میں پرواز کی، (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۳ ص ۲۴۰) انہوں نے اپنے مکتوبات میں امراء وارباب حکومت سے لے کر سالکین تک کو مخاطب کیا اور ان سبھوں کے آئینہ دل کو تجلیات ربانی سے منور کرنے کی تلقین کی، مکتوبات سہ صدی میں نور کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ سالک کے دل سے صفات بشری کی سیاہیاں اور تاریکیاں دور ہوکر اس میں جو صفائی پیدا ہوتی ہے اسی کا نام نور ہے، صفائی میں جتنا زیادہ کمال ہوگا اتنا ہی دل کا نور زیادہ درخشاں اور تاباں ہوگا، اس درخشانی اور تابانی میں دل کے اندر ایک خاص قسم کی لذت، کیفیت اور ذوق محسوس ہوتا ہے، (بزم صوفیہ ۴۵۴) اور جب سالک اس مقام پر پہونچتا ہے تو اس کے بعد اس کو معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہ درجہ عقل وخرد اور نہ صرف علم سے بلکہ خدا کی ہدایت سے حاصل ہوتا ہے، یہ تو باطنی کیفیات ہیں جو مجاہدہ نفس وریاضت سے حاصل ہوتی ہے، لیکن مخدوم الملک نے سالک کو ظاہری طور پر بھی اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے کی تلقین کی، سالک کا جسم، لباس اور لقمہ طاہر اور حلال ہوتا کہ اس کا دل بھی اوصاف ذمیمہ سے پاک ہو، حضرت مخدوم کے ان مکتوبات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ملفوظات کی ایک ایک بحث بڑی بڑی ضخیم کتابوں کا کام دیتی ہے، اور کہا جاسکتا ہے کہ اس طرز بیان میں ان کا کوئی ثانی نہیں، ان میں ان کی ذکاوت کی برتری نہایت خوبی سے نمایاں ہے۔ اس لئے حضرت مخدوم کے انداز تحریر پر اظہار خیال کرتے ہوئے سید ضمیرالدین احمد (۱۸۶۲۔۱۹۲۲) نے لکھا کہ:

میرے خیال میں مخدوم کے مکتوبات کا طرز انشاء نہایت ہی مکمل ہے اور حقیقتاً یہ مکتوبات اعلیٰ مضامین کو سہل اور روزمرہ کی روش تحریر میں ڈھال دینے کے عمدہ نمونے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ طرز انشاء ایسا نہیں ہے جس میں ہمارے مصنفین کو علی العموم بڑی کامیابی ہوئی ہے، اور جس میں حق تو یہ ہے کہ ہمارے وہ نامی مصنفین بھی جنہوں نے دوسری روش میں بین کامیابیاں حاصل کی ہیں زائد تر ناکامیاب ہوئے ہیں اور یہ ہوسکتا ہے کہ ان کی یہ ناکامیابیاں ان کے عمدہ لکھنے کی سعی بلیغ کا نتیجہ ہوں، خیر کچھ ہی کیوں نہ ہو، میرا تو یہ خیال نہیں ہے کہ ایسے مکتوبات جو صریحاً اشاعت کے خیال سے لکھے جاتے ہیں محتمل کامیابی ہیں، وہ طرز جو سہل جبلی اور انبساط افزا ہو اور وہ عبارت جو روان ہو اور دقیق نہ ہو اور کم از کم جو زیادہ تکلف سے بھری ہوئی نہ ہو ان کی اس شخص کو جو عمدہ محرر مکتوبات ہونا چاہتا ہو از بس ضرورت ہے، میرے خیال میں مخدوم کو ان تمام باتوں میں علی العموم اپنے طبقہ کے سارے مصنفوں پر ترجیح ہے۔

ان کی زبان بے تصنع وبے تکلف ہے اور ان کی نکتہ پردازی جبلی اور بے دقت ہے، بلکہ اکثر ان کے عمیق ریمارک جو جبلت انسانی اور اخلاق اور خالق ومخلوق کے متعلق ہوتے ہیں اور جو ان کی تحریرات میں افراط سے پائے جاتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلا ارادہ ان کے مضامین سے ابلے پڑتے ہیں، اور ہر موقع کے ضمن میں پیدا ہوتے جاتے ہیں، مخدوم کی تعلیم، ان کا درجہ ان کا شغف بخدا ان کے جلیس اور انکی مخصوص قوت بیان نہایت عمدہ اجزا تھے جو ان کے مکتوبات کو تکمیل کے درجہ تک پہونچا سکے۔ اور پھر ان کی زندگی کا سارا رنگ اس واضح طریقہ سے بتا رہا ہے کہ ایسی تحریرات کی ان کو پوری قابلیت تھی۔

اگر ان مکتوبات کے مضمون کو خیال کرو اور ان کی غرض کو سوچو تو تم کو معلوم ہوجائے گا کہ سارے مکتوبات کا مضمون رشتہ خداوندی وبندگی ہے، اور ان کی تحریر کی غرض اس رشتہ کی توضیح اور بندہ کا اپنے خداوند کے ساتھ کیسا اور کیا برتاؤ ہونا چاہئے اور بندگیت کے کیا فرائض ہیں ان کا بیان ہے، یہی باتیں ہیں جو مختلف پیرایوں میں مختلف پہلوؤں سے دکھائی گئی ہیں۔ مگر ایک ہی روح ہے جو سارے مکتوبات میں حلول کئے ہوئے ہے، فقہ، حدیث، قرآن، تفسیر، سیر، تاریخ، منطق، فلسفہ وغیرہ وغیرہ جس جس سے بحث کی گئی ہے سب اسی اصل کی تنقیح، توضیح، تشریح اور اثبات کی غرض سے۔ دنیا کی خرابی یا دنیا کی عمدگی، حق العباد، یا حق النفس، معاشرت یا تمدن، علم یا جہل غرض سب کی بازگشت اسی اصل کی طرف ہے اور غرض اصلی کبھی فوت نہیں ہونے پائی۔

مخدوم شاعر نہ تھے مگر نکات شاعری وماحصل کو اس کے مالہا وماعلیہا کے ساتھ پورے طور سے سمجھتے تھے، نظم کے فوری اور بے چین کردینے والے اثر کی جسقدر ضرورت امور دنیاوی میں ہے اس سے کہیں زیادہ تہذیب النفس وہضم نفس وبیان مسائل تصوف میں، مخدوم چونکہ تعلیم تصوف کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھے، اس لئے ان کو آئے دن اظہار اسرار ورموز تصوف میں مختلف مضامین کے اشعار کی بخیال: خوشتر آن باشد کہ سر دلبراں ÷ گفتہ آید در حدیث دیگراں ÷ حاجت رہا کرتی تھی، اور نیز بوجہ وسعت نظر مختلف اشخاص کے کلام آپ کی نظر سے گزرے ہوئے تھے، اس وجہ سے سیکڑوں بلکہ ہزاروں اشعار آپ کو ازبر تھے، چنانچہ اس کا ثبوت آپ کی تحریرات وتقریرات میں پورے طور سے ملتا ہے، مگر نظم کے بحر بیکنار سے اچھوتے اور انمول موتی چن لینا آپ ہی جیسے آنکھ والے کا کام تھا۔ (مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری ۳۴۷) معلوم ہوا کہ اللہ نے آپ کے سینہ کو معرفت حق سے منور کردیا تھا، اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ علماء ربانی اور اولیاء کاملین میں آپ کی شان سب سے نرالی تھی، اللہ رب العزت حضرت مخدوم کی تربیت کی بارش برسائے اور ان کے مکتوبات وملفوظات کو ہمارے لئے چراغ راہ بنائے۔

سید محمد عادل فریدی

افغانستان میں مسجد میں دھماکہ، ۶۲/افراد جاں بحق

افغانستان کے مشرقی ننگر ہار صوبہ میں جمعہ کو ایک مسجد میں ہوئے طاقت ور دھماکہ میں کم سے کم ۶۲/افراد ہلاک اور پچاس سے زیادہ زخمی ہو گئے۔ ننگر ہار کے گورنر شاہ محمود نے مقامی افسران، فوجی اور طبی اہلکاروں کو زخمیوں کی مدد کرنے کی ہدایت دی ہے۔(یواین آئی/ نیوز ایکسپریس)

جاپان میں طوفان سے مرنے والوں کی تعداد ۷۸/ہوگئی

جاپان میں طوفان ہگبس سے مرنے والوں کی تعداد بڑھ کر ۷۸/ہوگئی ہے۔ مقامی میڈیا کی رپورٹ کے مطابق طوفان سے سب سے زیادہ ۳۰/ہلاکتیں فوکوشیما میں ہوئی ہیں۔ میاگی اور کناگوا میں بالترتیب ۱۶/اور ۱۴/ہلاکتیں ہوئی ہیں۔(یواین آئی)

شام میں اپنے حملے روکے گا ترکی

ترکی کے وزیر خارجہ مولود جاویش اوغلو نے کہا ہے کہ شام کے سیکیورٹی بفر علاقے میں کرد فورسز کی واپسی کے لئے ترکی شمالی شام میں فوجی مہم کو روکے گا۔ قبل ازیں ترکی صدر رجب طیب اردغان نے امریکہ کے نائب صدر مائیک پینس کے ساتھ چار گھنٹے کی میٹنگ کی جس میں دونوں فریقین نے شام میں فوجی مہم کو ایک سو بیس گھنٹے کے لیے روکنے پر اتفاق کیا۔ مسٹر مولود نے کہا کہ ہم شام میں پانچ دن تک کوئی فوجی مہم نہیں چلائیں گے۔(یواین آئی)

قطر نے غیر ملکی کارکنوں کے لیے کفیل کا نظام ختم کرنے کا اعلان کیا

قطر کی وزارت محنت نے اعلان کیا ہے کہ ان کا ملک غیر ملکی کارکنوں کے لیے اسپانسر شپ سسٹم یعنی ''کفیل'' کے نظام کو مکمل طور پر ختم کر دے گا۔ قطر کے وزیر محنت یوسف محمد العثمان فخرو نے کہا ہے کہ ان کا ملک ۲۰۲۲ء سے کم سے کم اجرت کا نظام بھی شروع کرے گا۔ واضح رہے کہ اسپانسر شپ کے قانون کے تحت غیر ملکی کارکنوں کو آجر کی پیشگی اجازت کے بغیر ملک چھوڑنے یا کام تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور کارکنوں کے حقوق کا تحفظ کرنے والی بین الاقوامی تنظیمیں کفیل کے نظام پر تنقید کرتی رہی ہیں۔ بین الاقوامی لیبر آرگنائزیشن (آئی ایل او) کے ڈائریکٹر نے اسپانسر شپ کے نظام کو جدید غلامی کے طور پر بیان کرتے ہوئے قطر کے حالیہ اعلان کا خیر مقدم کیا ہے۔ خیال رہے کہ قطر نے ۲۰۲۲ء میں منعقد ہونے والے فٹبال کے عالمی کپ کی میزبانی جیتنے کے بعد سے ملک کے لیبر قوانین میں اصلاحات کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے بڑے پیمانے پر تعمیراتی منصوبے شروع کیے ہیں، جن کے لیے غیر ملکی کارکنوں کو بڑی تعداد میں قطر لانے کی ضرورت ہے۔ قطر کی حکومت نے گذشتہ سال بیشتر شعبوں میں آجر کی اجازت کے بغیر غیر ملکی کارکنوں پر ملک چھوڑنے پر عائد پابندی ختم کر دی تھی۔ لیکن اب اس نے اسپانسر شپ سسٹم کو مکمل طور پر ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس پابندی میں گھریلو ملازمین، سرکاری ملازمین اور ملک کی قومی ایئر لائن، قطر ایئر ویز شامل ہیں۔ قطر کے وزیر محنت یوسف محمد العثمان فخرو نے کہا ہے کہ کابینہ نے کم سے کم اجرت طے کرنے اور کارکنوں کو ایک ملازمت سے دوسری ملازمت میں منتقلی کی سہولت فراہم کرنے کے لیے اقدام کی منظوری دی ہے۔(نیوز ایکسپریس)

بزنس روزگار وکیریئر

بتیا میں ووٹرز بیداری کے تعلق سے اہم میٹنگ

مورخہ ۱۶/اکتوبر ۲۰۱۹ء روز بدھ کو ضلع مغربی چمپارن کے بلاک اور پنچایت سطح کے امارت شرعیہ کے مقامی ذمہ داران، دانشوران اور سماجی خدمت گاروں کی ایک اہم میٹنگ ووٹرز بیداری مہم اور این آرسی کے تعلق سے جناب الحاج مولانا محبوب عالم نعمانی صاحب امام وخطیب پرانی مسجد گنج نمبر۱، بتیا کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میٹنگ میں این آرسی کے تعلق سے رہنمائی کی گئی اور ووٹر کارڈ کی تصحیح اور ویری فکیشن کی طرف متوجہ کیا گیا۔ میٹنگ کا آغاز مولانا عبداللہ نورالدین صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، اس کے بعد جناب ایڈووکیٹ ذاکر بلیغ صاحب رکن عاملہ وشوریٰ امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اللہ نے اپنے نیک بندے امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ کے زبان کی لاج رکھ لی اور حکومت نے ووٹرز ویری فکیشن کی مدت کو ایک ماہ سے زیادہ آگے بڑھا دیا۔ اب ضرورت ہے کہ اس وقت کو غنیمت سمجھ کر حسب ہدایت حضرت امیر شریعت مقررہ وقت سے پہلے پہلے اس کام کو مکمل کر لیں۔ اس میٹنگ میں بتیا اور اس کے مضافات کے امارت شرعیہ کے متعلقین بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔

جہان آباد میں حالات قابو میں مگر مقامی انتظامیہ کا رول افسوسناک: مولانا محمد شبلی القاسمی

گھروں سے مقامی پولیس کے ذریعہ اٹھائے جارہے ہیں بے قصور مسلم نوجوان

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے جہان آباد فساد کے سلسلہ میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ جہان آباد میں بھائی چارہ کے ماحول کو خراب کرنے اور ساتھ ہی حکومت کو بدنام کرنے کی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت فساد برپا کیا گیا، لگتا ہے کہ اس کی پلاننگ پہلے سے ہی چل رہی تھی، حکومت اور پولیس کے اعلیٰ افسران اور دوسرے علاقہ کی فورس کی مداخلت سے حالات تو قابو میں آگئے، لیکن اس سلسلہ میں مقامی انتظامیہ کا رول بہت ہی افسوسناک رہا ہے۔ شرپسند عناصر پولیس کے سامنے لوگوں کی دکانیں لوٹتے رہے اور دکانوں کا سامان لے جاتے رہے اور پولیس خاموش تماشائی بنی رہی۔ مزید برآں جن لوگوں کا نقصان ہوا پولیس انہیں لوگوں کو پریشان کر رہی ہے، رات کے وقت گھروں سے نکال نکال کر بے قصور مسلم نوجوانوں کو گرفتار کیا جارہا ہے، انہیں تھانے میں لے جا کر ٹارچر کیا جارہا ہے، گالیاں اور دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور پولیس کے ذریعہ انہیں جسمانی وذہنی تشدد کا نشانہ بنا کر ان کے حوصلے کو توڑنے کی کوشش کی جارہی ہے، بڑی تعداد میں مسلم نوجوانوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ یہ امر بہت ہی تشویش کا باعث ہے۔ قصورواروں کو سزا ضرور ملنی چاہئے، لیکن بے قصور لوگوں کو پریشان کرنا قطعی درست نہیں ہے۔ پولیس کے خوف سے بہت سے لوگ اپنا اپنا مکان خالی کر کے چلے گئے ہیں، اور گھروں میں صرف عورتیں، بوڑھے بزرگ اور بچے بچ گئے ہیں، عورتوں کے ساتھ بھی پولیس مار پیٹ کر رہی ہے۔ اس لیے امارت شرعیہ حکومت سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ اس معاملہ کی غیر جانبدارانہ جانچ کرائی جائے، اور قصوروار لوگوں کو سخت سزا دی جائے، جن پولیس والوں نے سستی اور لاپرواہی کی ہے ان پر بھی کارروائی کی جائے ساتھ ہی جن لوگوں کی دکانیں لوٹی گئیں ہیں ان کو نقصان کے اعتبار سے معاوضہ دیا جائے تا کہ ان کے نقصان کی بھرپائی ہو سکے۔ امارت شرعیہ جہان آباد کے سبھی طبقوں کے لوگوں سے اپیل کرتی ہے کہ افواہوں پر دھیان نہ دیں اور امن وشانتی کا ماحول بنانے میں حکومت کا تعاون کریں، دونوں جانب سے امن پسند لوگوں کو چاہئے کہ ایک پیس کمیٹی کی تشکیل کر کے متاثرہ علاقوں میں امن مارچ نکالیں اور انہیں تسلی دیں ان کو تحفظ کی یقین دہانی کرائیں تا کہ وہ ڈر اور خوف کے ماحول سے نکل کر روزمرہ کے کاموں میں لگ سکیں۔

بقیہ دور حاضر میں علماء کی ذمہ داریاں .... دوسرے: مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں ایک ایسا گروہ پیدا کیا جائے، جس کے نام تو مسلمانوں کے سے ہوں، جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوں اور جو مسلمانوں کی بہت سی سماجی تہذیبی روایت کو اپنائے ہوئے ہوں؛ لیکن حقیقی معنوں میں اسلام پر ان کا یقین نہیں ہو، وہ حدیث کا انکار کرتے ہوں، جو چیز مغربی مفکرین کے نزدیک ناقابل قبول ہو اور قرآن مجید میں اس کا ذکر آیا ہو، اس کی دُور ازکار تاویل کرتے ہوں، شریعت کے جن احکام کو مغرب کی طرف سے خلافِ عقل قرار دیا جاتا ہے، ان کو عارضی اور وقتی عمل قرار دے کر ان سے دامن بچاتے ہوں، وہ اسلام کا ایک ایسا ایڈیشن تیار کرنے کی کوشش کریں، جس میں مغرب کے جذبۂ لذت اندوزی اور شہوت پرستی میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے، یہ کام قریب قریب ایک ہی زمانہ میں مصر اور ہندوستان میں شروع ہوا، علماء ربانیین کی کوششوں اور اسلام کی اپنی طاقت کی وجہ سے عوامی سطح پر انھیں اس سلسلہ میں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی اور مستشرقین کی طرف سے بھی غذا فراہم کرنے کے باوجود وہ اس میں ناکام ہی رہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی ناکام ہی رہیں گے، واللہ متمّ نورہ ولو کرہ الکافرون۔

لیکن انفارمیشن ٹکنالوجی کی ترقی کے اس دور میں ایک نئی صورتحال پیدا ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ جو جھوٹ اور جعلسازی کتابوں کے دفینوں میں پڑی رہتی تھی، اب میڈیا اور بالخصوص الکٹرانک میڈیا کے ذریعہ اس کو لمحوں میں ہر کچے پکے مکان میں پہنچا دیا جاتا ہے، اور میڈیا اس فلسفہ پر عمل کرتا ہے کہ جھوٹ کو اتنا دوہراؤ کہ وہ سچ ہو جائے، بدقسمتی سے نہ مسلمانوں کے پاس اپنا میڈیا ہے، اور نہ نیشنل اور انٹرنیشنل میڈیا ان کی آواز لوگوں تک پہنچاتا ہے؛ اس لئے جدید تعلیم یافتہ لڑکوں اور لڑکیوں کے ایک حلقہ میں شکوک وشبہات کے کانٹے بوئے جارہے ہیں، جیسے کمیونسٹ روس کے عہد ترقی میں مسلمانوں میں ایک اچھا خاصا دین بیزار گروہ پیدا ہو گیا تھا اور اپنے آپ کو ترقی پسند قرار دیتا تھا، اسی طرح اب پھر ایسا گروہ اُبھر رہا ہے، جس نے اسلام بیزاری کا راستہ اختیار کیا ہے، حدیث کا انکار، قرآن مجید کی تشریح وتوضیح میں دُور ازکار معنی آفرینی، قانون شریعت پر اعتراض، اسلامی شعائر کا تمسخر، داڑھی کا استہزاء، غیر مسلموں کے ساتھ نکاح کے بڑھتے ہوئے واقعات، مسلم سماج میں بڑھتی ہوئی بے حجابی، مخلوط تعلیم کی طرف رجحان، خاندانی زندگی کی قید سے آزادی اور خاندان کا بکھراؤ، ہمسایہ قوموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت اور اس کو انسانیت دوستی کا نام دینا، مسلمانوں کے زیر انتظام عصری تعلیمی اداروں میں مخلوط کلچرل پروگرام اور غیر اسلامی یونیفارم اور اس کے باوجود مسلمانوں کی طرف سے اس کی پذیرائی وغیرہ وہ باتیں ہیں، جو ایک سیلاب بلاخیز کی طرح آگے بڑھ رہی ہیں، یہ ایک تہذیبی اور فکری ارتداد ہے، یہ ایسا ارتداد ہے جو دبے پاؤں آتا ہے اور ایک سست رفتار زہر کی طرح کسی قوم کے پورے وجود میں پھیل جاتا ہے۔ اس وقت اس فتنہ کا مقابلہ علماء کی ایک بڑی ذمہ داری ہے اور اس کے لئے دو باتیں ضروری ہیں: ایک یہ کہ علماء منبر ومحراب سے عام اصلاحی باتوں کے ساتھ ساتھ فکری پہلو پر بھی خطاب کریں، جمعہ کے خطابات، سیرت اور اصلاح معاشرہ کے جلسوں اور تعلیم یافتہ دانشوروں اور عصری درسگاہوں کے طلبہ وطالبات کے درمیان پروگراموں کے ذریعہ اسلام کی حقانیت اور آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی کامیابی کے لئے اسلامی تعلیمات کی ضرورت واہمیت کو دلائل کے ذریعے سمجھایا جائے، دل سے بھی خطاب ہو اور دماغ سے بھی، جیسا کہ اس وقت مسلم پرسنل لا سے متعلق چند مسائل پر تفہیم شریعت کے پروگرام رکھے جاتے ہیں اور بحمد اللہ اس کے بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دوسرا اہم کام جو اسی سے متعلق ہے، یہ ہے کہ جیسے ہم علم کلام کو پڑھتے ہیں اور ایمانیات کی تفصیلات سے واقف ہوتے ہیں، اسی طرح ہم اسلامی معتقدات کی عقلی بنیادوں کو بھی جاننے کی کوشش کریں؛ کیوں کہ انسانی عقل ہر بات کا ادراک کر لے یہ ضروری نہیں؛ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خدا کا کوئی حکم عقل کے خلاف نہیں ہو سکتا، سلف صالحین اور خاص کر ماضی قریب کے علماء میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے یہاں اس کی بہترین مثالیں ملتی ہیں، انھوں نے کتنی قوت کے ساتھ اور آفاق والنفس کی دلیلوں سے ایمانیات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے؛ لہٰذا جیسے ہم فقہ کو پڑھتے ہیں، ہم احکام شریعت کے ساتھ ساتھ شریعت کے اسرار ومقاصد کا بھی مطالعہ کریں، اسی طرح آج اعدائے اسلام، اسلام پر جو سوالات اُٹھاتے ہیں، ہمیں ان سے بھی واقف ہونا چاہئے اور علمی وفکری اعتبار سے اس کے رد کے لئے تیار رہنا چاہئے، کسی فوج کے فتح مند ہونے کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ صرف اپنے ہتھیار سے واقف ہو؛ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہتھیار سے بھی آگاہ ہو۔

فکری اعتبار سے عیسائیت، ہندومت یا دیگر ادیان باطلہ کا مقابلہ دشوار نہیں ہے؛ کیوں کہ ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے نہ عقل وخرد کے شواہد اور نہ عقلائے روزگار کی تائید؛ لیکن لادینیت کے پیچھے ان مغربی مفکرین کی قوتیں ہیں، جن کو کھوٹے ہونے کے باوجود سکہ رائج الوقت کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، ضرورت ہے کہ علماء اس پہلو سے اسلام کا مطالعہ کریں، آج کے مسلمہ طرز استدلال کے مطابق اسلام کو پیش کریں، اس موضوع پر لکھیں، اس کو اپنی علمی کاوشوں کا موضوع بنائیں اور اس طرح کے مضامین کو دینی جامعات کے نصاب میں شامل کریں؛ ورنہ اس فتنہ کا اثر بہت خراب ہوگا اور خدانخواستہ وسط ایشیاء اور مشرقی یورپ کے بعض مسلم گروہوں کا سا حال ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اس فتنہ سے اُمت کی حفاظت فرمائے اور علماء اُمت کو پوری فکر مندی اور ذہانت کے ساتھ اس سے نبرد آزما ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

طب و سائنس

ڈینگو سے بچاؤ، علاج اوراحتیاطی تدابیر

حکیم نازش احتشام اعظمی

ڈینگو بخار نے تو لوگوں میں ملیریا اور ٹائفائیڈ بخار کو بھی مات دے دی ہے، آج کل ہر کوئی ڈینگو مچھر سے خوفزدہ نظر آتا ہے۔ ڈینگو بخار کی عام علامات تیز بخار، جسم میں شدید درد اور منہ اور بازوؤں پر سرخ دھبے پڑنا ہے۔ ماہرین طب کے مطابق ڈینگو وائرس انسانی خون میں داخل ہوکر سب سے پہلے تلی کی کارکردگی کو متاثر کرتا ہے۔ تلی انسانی جسم کا وہ عضو ہے جو جسم کا خون صاف کرتی ہے۔ تلی کا اہم ترین کام اینٹی باڈیز بنا کر جسم کے اندر جراثیم کے خلاف قوت مدافعت کو بڑھانا اور جسم میں پلیٹ لیٹس کی کمی کو پورا کرنا ہے۔ جب ڈینگو وائرس جسم میں داخل ہوتا ہے تو پلیٹ لیٹس اور خون کے سفید خلیے تیزی سے تباہ ہونے لگتے ہیں اور جب ہزاروں کی تعداد میں تباہ شدہ خون کے سفید خلیے اور پلیٹ لیٹس تلی میں پہنچتے ہیں تو تلی پر ورم ہو جاتا ہے یہ صورتحال نہ صرف انسانی صحت کے لیے بلکہ زندگی کے لیے بھی خطرناک ہوتی ہے۔

اگر کسی کے جسم پر سرخ دھبے ظاہر ہوں، جسم میں درد ہونا، ہڈیوں، آنکھوں، جوڑوں اور انگ انگ کا درد پایا جائے، تو یہ اشارہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو ڈینگو بھی ہوسکتا ہے، اپنی طرف سے کوئی تشخیص یا فیصلہ کرنے کی بجائے معالج سے مشورہ کریں۔

یہ بات یاد رکھیں ! ڈینگو بخار سخت فلو کی طرح کی ایک بیماری ہے dengue hemorrhagic fever بخار کی ایک قسم ہے جو زیادہ پیچیدہ ہوتی ہے جس میں تیز بخار، جگر کا بڑھ جانا اور بیماری کی شدت میں circulatory failure کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس طرح کا بخار اچانک شروع ہوتا ہے اور فلو جیسی علامتیں ظاہر کرتا ہے۔ یہ بخار 2 سے 7 دن تک عموماً رہتا ہے اور درجہ حرارت 104 سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔ یہ بات کبھی بھی نہ بھولیں کہ ڈینگو کا کوئی خاص علاج نہیں ہوتا ہے۔ بیماری کی حالت میں مریض کو پانی کا استعمال زیادہ کروایا جاتا ہے۔ ڈینگو بخار ہوجائے تو مریض کو فوری طور پر کسی قریبی طبی مرکز پہنچائیں۔

اس بیماری کی تشخیص اور علاج کسی مستند ڈاکٹر سے ہی کرائیں۔ ڈینگو میں مبتلا مریض کو روز مرّہ غذا کے ساتھ ساتھ زیادہ مقدار میں جوس، پانی، سوپ اور دودھ پلائیں۔ مریض کا درجہ حرارت 102 ڈگری F سے کم رکھیں۔ ڈینگو بخار کے مریض کو مرض کے دوران اسپرین اور بروفین کسی صورت میں استعمال نہ کرائیں۔

سخت بیماری کی صورت میں منہ سے خون آنا

کہا جاتا ہے کہ ڈینگو بخار۔ ڈینگو ''dengue'' اسپینی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی cramp یا seizure کے ہیں، 1950 میں یہ بیماری جنوب مشرقی ایشیاء کے ممالک میں ایک وبا کی صورت میں نمودار ہوئی تھی، جس سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ خصوصاً بچے ہلاک ہوگئے۔ 1990 کے آخر تک اس بیماری سے ایک اندازے کے مطابق 40 لاکھ افراد ہلاک ہو چکے تھے۔ 1975 سے 1980 تک یہ بیماری عام ہوگئی۔ 2002 میں برازیل کے جنوب مشرق میں واقع ریاست Rio de Janeiro میں یہ بیماری وبا کی صورت اختیار کرگئی اور اس سے دس لاکھ سے زائد افراد ہلاک ہوگئے۔ یہ بات عموماً دیکھنے میں آئی ہے کہ یہ بیماری تقریباً ہر پانچ سے چھ سال میں پھیلتی رہتی ہے۔ سنگاپور میں ہر سال چار ہزار سے پانچ ہزار افراد اس وائرس کا شکار ہوتے ہیں، جبکہ 2003 میں سنگاپور میں اس بیماری سے چھ افراد کی ہلاکت بھی ہوئی۔ اور جو افراد ایک مرتبہ اس بیماری میں مبتلا ہو جائیں وہ اگلی مرتبہ بھی اس بیماری کا جلد شکار ہوجاتے ہیں۔ یہ مچھر کے کاٹنے سے پھیلنے والی ملیریا نامی بیماری کی اگلی صورت بھی جاسکتی ہے۔ اس بیماری کے مچھر کی ٹانگین عام مچھروں سے لمبی ہوتی ہیں اور یہ مچھر قدرے رنگین سا ہوتا ہے۔ یہ بھی دیگر مچھروں کی طرح گندی جگہوں اور کھڑے پانی میں پیدا ہوتا ہے۔ ابھی تک اس بیماری کی کوئی پیٹنٹ دوا یا ویکسین ایجاد نہیں ہوئی ہے۔ تھائی لینڈ کے سائنسدانوں نے ڈینگو وائرس کی ایک ویکسین تیار کی ہے جو ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ اگرچہ اس ویکسین کے تین ہزار سے پانچ ہزار افراد اور مختلف جانوروں پر تجربے کیے جاچکے ہیں جس کے ابھی تک قدرے مثبت نتائج سامنے آئے ہیں۔ 2002 میں سوئس فارما کمپنی اور Singapore Economic Development board نے مشترکہ طور پر اس وائرس کے خاتمے کی دوا تیار کرنے پر کام شروع کیا ہے۔

یاد رکھیں اسلام نے صفائی کو نصف ایمان کا درجہ دے کر انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے، یہ سچ ہے اگر انسان اپنی صفائی کے ساتھ ساتھ گھر محلّہ اور ملک کی مجموعی صفائی پر توجہ مرکوز کرے تو آدھی بیماریاں خود بخود نیست و نابود ہو جائیں گی۔

مچھروں کی افزائش کی روک تھام

اپنے گھر اور آس پاس موجود ڈینگو پھیلانے والے مچھروں کا خاتمہ کریں۔ یہ مچھر عام طور پر پانی میں پرورش پاتے ہیں۔ اپنے گھر کے صحن میں موجود کوڑا کرکٹ اور غیر ضروری سامان جس میں بارش کا پانی جمع ہوسکتا ہو وہ ختم کردیں۔ استعمال شدہ بوتلیں، پرانے برتن، ٹین کے ڈبے اور پلاسٹک بیگ مناسب طریقے سے ٹھکانے لگادیں تاکہ ان میں بارش کا پانی جمع نہ ہو سکے۔ ایسے پانی میں مچھر پیدا ہوتے ہیں جو ڈینگو پھیلاتے ہیں۔ صاف پانی جمع کرنے والے برتن مثلاً گھڑے، ڈرم، بالٹی، ٹب وغیرہ ڈھانپ کر رکھیں۔ چھت پر پانی والی ٹینکی کو مکمل ڈھانپ کر رکھیں اور پانی کے داخل اور خارج ہونے والے مقام پر جالی کا استعمال کریں۔

گملوں اور پودوں کی کیاریوں میں پانی جمع نہ ہونے دیں۔ گملوں کے نیچے برتنوں کو بھی خشک رکھیں۔ کیونکہ مادہ مچھر وہاں بھی انڈے دے کر اپنی نسل بڑھا سکتی ہیں۔ گھر کے آس پاس پانی جس کی نکاسی ممکن نہ ہو اس میں مٹی کا تیل ڈالیں۔ پانی کے ٹوٹے ہوئے پائپوں کی فوراً مرمت کروالیں تاکہ ان میں سے پانی کا ٹپکنا اور رسنا بند ہوجائے۔ روم ایئر کولر وغیرہ جو استعمال میں نہ ہوں سے پانی خارج کردیں۔

آخر میں دو باتیں

اول: اسلام نے ہمیں بتادیا ہے کہ کوئی بھی بیماری لاعلاج نہیں، لیکن یاد رہے کہ اپنا علاج خود مت کریں، اگر آپ کو دم تعویز یا روحانی علاج بھی کروانا ہے تو ماہر باعمل عامل کے مشورے سے کریں، اگر انگریزی علاج کروانا ہے تو کسی بھی تجربہ کار ایم بی بی ایس کے مشورے سے کریں، اگر آپ دیسی ادویات یا حکمت سے علاج کروانا چاہتے ہیں تو نیم حکیم کی بجائے کوالیفائڈ حکیم کا چناؤ کریں اور حکیم صاحب کی ہدایت پر عمل کریں، اگر آپ دنیا کا بے ضرر طریقہ ہومیوپیتھی سے علاج کروانے کو ترجیح دیں تو یہ سب سے بہتر ہے۔

ہفتۂ رفتہ — راشد العزیزی ندوی

آدھار بنانے یا اصلاح کے لئے آن لائن اپائنٹمنٹ کی سہولت

پٹنہ کے نیوڈاک بنگلہ روڈ واقع یو آئی ڈی اے آئی کے ذریعہ آدھار سروس سنٹر میں آن لائن اپائنٹمنٹ کی سہولت بھی دستیاب ہے۔ آدھار سروس سنٹر پر آدھار سے جڑی مختلف خدمات جیسے آدھار بنانا، پتہ میں تبدیلی، بائیو میٹرک اپ ڈیٹ، موبائل نمبر درج کرانا وغیرہ کی سہولت دستیاب ہے۔ سروس حاصل کرنے کے لئے ask.uidai.gov.in پر جاکر اپائنٹمنٹ لینا ہوگا۔ پٹنہ واقع آدھار اور سروس سنٹر بہار کا پہلا اور ملک کا دسواں سنٹر ہے جہاں لوگوں کی سہولت کے لئے 16 آدھار رجسٹریشن/ اصلاح/ اپ ڈیٹ کاؤنٹر بنائے گئے ہیں۔ یہاں ہر روز ایک ہزار لوگ رجسٹریشن/ اپ ڈیٹ خدمات حاصل کرسکتے ہیں۔ یہ سنٹر منگل کو چھوڑ کر ہفتہ کے سبھی چھ دن صبح 09.30 سے شام 05.30 بجے تک کام کرتے ہیں۔ آدھار سے متعلق کسی بھی مسائل کے حل کے لئے ٹال فری نمبر 1947 پر بھی کال کیا جاسکتا ہے۔ مسائل کے حل کے لئے فون نمبر 0612-2545678 اور میل آئی ڈی۔ help@uidai.gov.in یا biharuid@uidai.net.in پر بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ (روزنامہ تاثیر ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۹)

سعودی عرب میں دنیا کی سب سے بلند ترین ''معلق مسجد'' کی تعمیر

سعودی عرب میں دنیا کی سب سے اونچی معلق مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی ہے۔ یہ دنیا بھر میں اپنی نوعیت کی منفرد ترین مسجد ہوگی۔ العربیہ نیوز کے مطابق یہ معلق مسجد خانہ کعبہ سے کچھ فاصلے پر قائم ایک بلند و بالا عمارت پر تعمیر کی جارہی ہے۔ اس معلق مسجد کی اونچائی مسجد الحرام سے 161 میٹر بلند ہوگی جبکہ اس کا رقبہ 400 مربع میٹر پر محیط ہوگا جہاں 200 افراد بیک وقت نماز ادا کرسکتے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق شاہ عبدالعزیز ہائی وے پر مسجد حرام سے کچھ فاصلے پر دو جڑواں ٹاور بنائے گئے ہیں۔ جن کو آپس میں مربوط کرنے کے لیے ایک مسجد نما پل بنایا گیا ہے۔ اس کا ڈیزائن اس انداز میں تیار کیا گیا ہے کہ اس پل کا 50 فیصد رقبہ نماز اور باقی 50 فیصد دیگر سروسز کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ اس معلق مسجد کو براہِ راست حرم مکی کے آڈیو اور ویڈیو سسٹم کے ساتھ مربوط کیا جائے گا۔ یہاں سے آب و ہوا اور قدرتی مناظر، خانہ کعبہ، حرم مکی اور مکہ معظمہ کے ایک وسیع علاقے کو دیکھنے اور مناظر سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملے گا۔ انجینئر کا کہنا تھا کہ اس منصوبے پر کام شروع کرنے سے قبل اس کے بہت سے پہلوؤں مثلاً معلق مسجد کی آب و ہوا، زلزلہ پروف بنانے، درجہ حرارت اور مسجد تک پہنچنے کے لیے لفٹوں سمیت دیگر تمام امور پر باریکی کے ساتھ غور کیا گیا

بی پی ایس سی 63 ویں کا ریزلٹ جاری، معراج جمیل تھرڈ ٹاپر

بہار پبلک سروس کمیشن نے 63 ویں کمبائنڈ مقابلہ جاتی امتحان کا فائنل ریزلٹ جاری کردیا۔ ان میں 807 امیدوار کے نام جاری کئے گئے ہیں۔ واضح ہو کہ انٹرویو کیلئے منتخب 1924 امیدواروں میں 824 امیدوار ہی شامل ہوئے تھے۔ لسٹ کے مطابق شریانش تیواری 63 ویں کے ٹاپر قرار دئے گئے ہیں۔ وہیں دوسرے نمبر پر انوراگ کمار ہیں جبکہ معراج جمیل تھرڈ ٹاپر ہیں۔ خواتین میں ٹاپر سنیدھی چوتھے مقام پر قابض ہیں۔ ٹاپر شریانش کو بہار ایڈمنسٹریٹیو سروس، سکنڈ ٹاپر انوراگ کمار کو بہار پولس سروس کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ وہیں تیسرے ٹاپر معراج جمیل اور چوتھے ٹاپر سنیدھی کو بھی بہار ایڈمنسٹریٹیو سروس کیلئے منتخب کیا گیا ہے۔ (روزنامہ تاثیر ۱۴/اکتوبر ۲۰۱۹)

ایئر انڈیا کے 120 پائلٹوں نے استعفیٰ دیا

تنخواہ نہ بڑھنے اور پروموشن نہ ہونے سے ناراض ایئر انڈیا کے 120 پائلٹوں نے اجتماعی استعفیٰ دے دیا ہے۔ پائلٹوں کا یہ فیصلہ مرکزی حکومت کے ذریعہ 60000 کروڑ روپے کے قرض میں ڈوبی ایئر انڈیا کے انویسٹمنٹ کی کارروائی شروع کرنے کے فیصلے کے بعد آیا ہے۔ استعفیٰ دینے والے ایک پائلٹ نے اے این آئی سے کہا، ایئر انڈیا مینجمنٹ کو ہماری شکایتیں سننی چاہیے۔ ہماری تنخواہ بڑھانے اور پروموشن کی مانگ لمبے وقت سے ان کے سامنے رکھی جاچکی ہے، لیکن وہ اس بارے میں ہمیں کسی بھی طرح کی یقین دہانی کرانے میں ناکام رہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انہیں وقت پر تنخواہ نہیں ملتی۔ اس پائلٹ نے بتایا کہ ان پائلٹوں کو پہلے 5 سال کے معاہدہ کی بنیاد پر کام پر رکھا گیا ہے۔

بقیات

(بقیہ) مولانا سید شاہ علیم الدین بلخی فردوسی ندویؒ

عربی فارسی اردو کے سیکڑوں اشعار لطائف وظرائف، طبی نکتے، دواؤں کے خواص، مفرد ادویہ کے فوائد، قرآن واحادیث کی آیات اور احادیث سبھی کچھ اس میں شامل ہوا کرتے، وہ بزرگوں کے انتہائی قدرداں اور علماء کی خدمت اور تنظیموں کی محنت کے بڑے مداح تھے، اتنے بافیض عالم اور پیر طریقت کا گذر جانا ہم سب کے لیے سوہان روح ہے، آنکھیں آنسو بہارہی ہیں، دل سوگوار ہے، دماغ پرغم کی گھٹائیں چھائی ہیں، لیکن زبان پر وہی کلمہ ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سکھایا ہے، **للہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شئی عندہ لاجل مسمی.**

بات لمبی ہوتی جارہی ہے، نقیب کے صفحات میں طوالت کی گنجائش نہیں ہے، اس لیے اس مضمون کا اختتام اس پیغام پر کرتا ہوں جو انہوں نے اپنے نواسہ کامران غنی صبا کو کچھ مہینے قبل انٹرویو دیتے ہوئے دیا تھا، یہ پیغام خاص نوجوانوں کے نام ہے، انہوں نے کہا: ''نوجوانوں سے بس یہی کہوں گا کہ مطالعہ کے ساتھ ساتھ اپنے اعلیٰ اخلاق وکردار کے ذریعہ اسلام کے پیغام کو غیر مسلموں تک پہونچائیں، اختلافی باتوں سے گریز کریں، محبت واخوت کے ساتھ زندگی گذارنے کا سلیقہ سیکھیں، اپنے اسلاف کے کارناموں سے سبق حاصل کریں۔'' (پندار ۱۸/نومبر ۲۰۱۸ء)

(بقیہ) مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ

اور چاہیں تو روضہ اقدس سے متصل جو حصہ ہے اس میں بیٹھ کر نماز اور ذکر واذکار کر سکتے ہیں، صفہ سے تھوڑا پہلے سے داہنے جائیں تو ریاض الجنۃ میں داخل ہو جائیں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک اور منبر کی جگہ ریاض الجنۃ کہلاتی ہے، صحیح بخاری شریف حدیث نمبر ۱۸۸۸ کے مطابق یہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے، مجمع الزوائد میں درج ایک حدیث کے مطابق یہ منبر رسول جنت کے دروازے کی سیڑھی ہوگی، بخاری شریف کی روایت کہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر حوض کوثر پر ہوگا۔

ریاض الجنۃ کے اس حصے میں چند ستون ہیں، جن کی الگ الگ تاریخ ہے، جن میں ستون جنانہ اس جگہ پر بنایا گیا ہے، جہاں پر کھجور کا تنا تھا، منبر بنائے جانے سے پہلے خطبہ کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سہارا لیتے تھے، ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے منبر بنوا دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھنے لگے تو کھجور کا یہ درخت رونے لگا اور جس طرح دس ماہ کی حاملہ اونٹنی بلبلاتی ہے ویسے ہی کھجور کا یہ تنا بلبلا کر رونے لگا اور شدت غم سے پھٹ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ پھیرا اور نماز اسی کے قریب پڑھایا تب اس کو سکون ملا، ایک سوکھی لکڑی تو شدت غم اور محبت کی کثرت کی وجہ سے پھٹ پڑے اور انسان محبت رسول کے اس مقام کو بھی نہ پہونچے کتنے افسوس کی بات ہے۔

بقیہ این آر سی کے ذریعہ مسلمانوں کو پریشان کرنے کی کوشش

لسٹ A کے دستاویزات

تازہ ترین این آر سی میں کسی بھی شخص کے نام شامل کرنے کے لئے، درخواست دہندگان کو ۲۴/مارچ ۱۹۷۱ء (کی آدھی رات) سے پہلے جاری کردہ مندرجہ ذیل فہرست میں سے کسی ایک دستاویز کو پیش کرنا ہوگا، جس میں خود کا یا آباء واجداد کا نام ظاہر ہو۔(۱) ۱۹۵۱ء کا این آر سی، (۲) ۲۴/مارچ ۱۹۷۱ء کی آدھی رات تک کا ووٹر لسٹ، (۳) زمین اور کرایہ داری کا ریکارڈ، (۴) شہریت کا سرٹی فکٹ، (۵) مستقل رہائشی سند، (۶) مہاجرین کے رجسٹریشن کا سرٹی فکٹ، (۷) کوئی بھی حکومت کا جاری کردہ لائسنس/ سند، (۸) گورنمنٹ سروس/ ملازمت کا سرٹی فکٹ، (۹) بینک/ پوسٹ آفس کا اکاؤنٹ، (۱۰) پیدائش کا سرٹیفکیٹ، (۱۱) بورڈ/ یونیورسٹی تعلیمی سند، (۱۲) عدالت کا ریکارڈ/کیس پروسیڈنگ

مزید برآں، مندرجہ ذیل دو دستاویزات بھی معاون دستاویزات کے طور پر قبول کیے جاتے ہیں، اگر مندرجہ بالا دستاویزات میں سے کسی ایک کے ساتھ ان کو منسلک کیا جائے: ۱۔شادی کے بعد ہجرت کرنے والی شادی شدہ خواتین کے سلسلے میں سرکل آفیسر/ جی پی سکریٹری سرٹیفکیٹ (۲۴/مارچ ۱۹۷۱ء کی آدھی رات سے پہلے یا بعد میں کسی بھی سال کا ہوسکتا ہے۔) ۲۔۲۴/مارچ ۱۹۷۱ء کی آدھی رات تک جاری ہونے والے راشن کارڈ کو بھی معاون دستاویزات کے طور پر شامل کیا جاسکتا ہے۔

لسٹ B کے دستاویزات

اگر لسٹ اے کی دستاویزات میں سے کوئی بھی دستاویز خود درخواست گزار کی نہیں ہے بلکہ اپنے آباء واجداد یعنی والد، والدہ، دادا، نانا یا پردادا یا پرنانا یا نانی یا دادی یا پرنانی یا پردادی وغیرہ کی ہے تو درخواست گزار کو لسٹ بی کے دستاویزات میں سے کوئی دستاویز جمع کرنا ہوگا۔ آباء واجداد، جیسے والد، والدہ، دادا، نانا، پردادا، پرنانا، وغیرہ کے ساتھ تعلقات ثابت کرنے کے لئے منسلکہ دستاویزات جن کا نام فہرست A میں شامل کیا گیا ہے کے ساتھ، ایسے دستاویزات ہونے چاہئیں جو قانونی طور پر قابل قبول ہوں اور جو واضح طور پر اس طرح کے تعلقات کو ثابت کرتے ہوں۔ رشتہ ثابت کرنے کے لئے درخواست دہندگان کو مندرجہ ذیل فہرست B میں سے کسی ایک دستاویز کو پیش کرنا ہوگا (۱) پیدائش کا سرٹی فکٹ (۲) زمین کے کاغذات (۳) بورڈ یا یونیورسٹی کے سرٹی فکٹ (۴) بینک/ ایل آئی سی/ پوسٹ آفس کا رکارڈ (۵) شادی شدہ عورت کے معاملہ میں سرکل آفیسر/ جی پی سکریٹری کا سرٹیفکٹ (۶) ووٹر لسٹ (۷) راشن کارڈ (۹) دیگر کوئی بھی قانونی طور پر قبول کیے جانے لائق دستاویز۔

ہاں ایک بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ دستاویزات کے تیار کرنے میں کٹ آف ڈیٹ بجائے ۲۵/مارچ ۱۹۷۱ء کے دیگر ریاستوں میں یکم جولائی ۱۹۸۷ء ہوگا۔ یعنی یکم جولائی ۱۹۸۷ء تک جو بھی شخص ہندوستان میں پیدا ہوا ہے وہ سٹیزن شپ ایکٹ ۱۹۵۵ء کے مطابق ہندوستان کا شہری ہے خواہ اس کے والدین ہندوستان کے شہری رہے ہوں یا نہ رہے ہوں۔ یکم جولائی ۱۹۸۷ء سے ۳/دسمبر ۲۰۰۴ء کے درمیان پیدا ہونے والے لوگوں کی شہریت کے ثبوت کے لیے ان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ ان کے والدین میں سے کسی ایک کا ہندوستان میں پیدا ہونا ضروری ہے، ۳/دسمبر ۲۰۰۴ء کے بعد پیدا ہونے والے لوگوں کی شہریت کے ثبوت کے لیے ان کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کا بھی ہندوستان کا شہری ہونا شرط ہے، اس لیے انہیں اپنے ساتھ ساتھ اپنے والدین کے دستاویزات کی ضرورت بھی پڑے گی۔ لہٰذا تیاری کیجئے اور اوپر ذکر کیے گئے دستاویزات میں سے کم از کم تین چار دستاویزات ضرور جمع کیجئے۔ اور اگر کسی تصحیح کی ضرورت ہے تو تصحیح کرا لیجئے، ایک بات کا خیال رکھئے کہ سبھی دستاویزات میں نام، تاریخ پیدائش، ولدیت وغیرہ ایک ہی ہوں، فرق نہ ہو ورنہ آپ پریشانی میں پڑ سکتے ہیں۔

ایک اور چیز جو این آر سی سے متعلق لوگوں کے سوالات سے میں نے محسوس کی وہ یہ ہے کہ دستاویزات کی جو فہرست اشتہار کی شکل میں لوگوں تک پہونچی ہے اس سے بہت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ فہرست میں شامل سبھی ۲۲۔۲۳ دستاویزات انہیں تیار کرنے ہیں۔ اس سلسلہ میں عرض کر دوں کہ سبھی دستاویزات تیار نہیں کرنے بلکہ اہم اہم تین چار دستاویزات تیار کیجئے، صرف یہ خیال رکھئے کہ سبھی دستاویزات میں درج کی گئی معلومات یعنی نام، ولدیت، تاریخ پیدائش وغیرہ میں یکسانیت ہو اس میں فرق نہ ہو۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ فی الحال ووٹر ویری فکیشن اور کریکشن کا کام چل رہا ہے، جس کی تاریخ ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۹ء تک تھی، لیکن امارت شرعیہ اور دیگر ملی تنظیموں اور فکرمند لوگوں نے اس پر توجہ دی اور الیکشن کمیشن سے توسیع کا مطالبہ کیا، حضرت امیر شریعت مدظلہ نے باضابطہ الیکشن کمیشن کو خط لکھ کر توسیع کا مطالبہ کرنے کے ساتھ ساتھ تکنیکی دشواریوں کی طرف توجہ دلائی اور ان کو دور کرنے کا مطالبہ کیا، امارت شرعیہ کے ذیلی دفاتر سے بھی خطوط بھیجے گئے، قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی قیادت میں ایک وفد نے بھی چیف الیکٹورل آفیسر بہار سے مل کر توسیع کا مطالبہ کیا۔ اتنے سارے مطالبات کے بعد ایک ماہ سے کچھ زیادہ کی توسیع ہوئی ہے اور اب آخری تاریخ ۱۸/نومبر ۲۰۱۹ء ہے، اس لیے اس وقت کو غنیمت سمجھئے اور سستی میں پڑے بغیر اپنا ووٹر آئی ڈی درست کرا لیجئے اگر آپ کے گھر میں اٹھارہ سال تک کے کسی فرد کا نام ووٹر لسٹ میں درج نہیں ہے تو درج کرا لیجئے، اس لیے کہ ووٹر آئی ڈی شہریت کا اہم ثبوت ہوتا ہے۔

اپنے دستاویزات کے اعتبار سے مضبوط رہیئے، بہت زیادہ خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھئے وہی دشمنوں کی تدبیروں کو نیست ونابود کرنے والا ہے۔

﴿وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ﴾ (سورۃ الانفال: ۳۰) اور جب کافر تیرے متعلق تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں دیس بدر کر دیں، وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا، اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۲/۲۰۴۶/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مظفرپور)

سمیہ پروین بنت محمد تمنا مقام نئی بازار روڈ پکی سرائے حلوائی پٹی ڈاکخانہ وضلع مظفرپور۔ فریق اول

بنام

محمد اشرف ولد محمد فاروق مقام نئی بازار فرید کیمپلکس پکی سرائے ڈاکخانہ وضلع مظفرپور۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول سمیہ پروین بنت محمد تمنا نے آپ فریق دوم محمد اشرف ولد محمد فاروق کے خلاف ایک سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ وحقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء امارت شرعیہ مظفرپور میں فسخ نکاح کا معاملہ درج کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جارہا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، مورخہ ۲۷/ربیع الاول ۴۱ھ مطابق ۲۵/نومبر ۱۹ء بروز سوموار خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے اور پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

مسلم پرسنل لابورڈ آج بھی اپنے موقف پر قائم ہے

وقف بورڈ کے پیچھے ہٹنے سے مقدمہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا: حضرت امیر شریعت مدظلہ

بابری مسجد کیس کی سماعت چالیسویں دن پانچ بجے مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ قبل ختم ہوگئی۔ عدالت عظمٰی نے اس کیس پر فیصلہ محفوظ رکھ لیا۔ اسی ضمن میں ممتاز عالم دین و مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ای ٹی وی سے فون پر بات چیت کی ہے۔ مولڈنگ، جس میں چیف جسٹس فریقین سے ایک سمجھوتے کے تحت آنے کا موقع دیں گے اور پوچھیں گے کہ کون فریق کس حد تک لچک دکھا سکتا ہے۔ جس پر مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اپنے موقف پر قائم ہے، انہوں نے مزید کہا ہے کہ سنی وقف بورڈ کے پیچھے ہٹنے سے کیس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ چونکہ یہ افواہ پھیلائی جارہی ہے کہ سنی وقف بورڈ اس کیس سے پیچھے ہٹ رہا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ممتاز وکیل ظفریاب جیلانی نے واضح کردیا ہیکہ کوئی اس کیس سے پیچھے نہیں ہٹ رہا ہے بلکہ ہم مسلسل عدالت کو ثبوت وشواہد پیش کررہے ہیں۔ مولانا محمد ولی رحمانی نے کہا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ جس طرح سے اب تک اپنی لڑائی لڑ رہا ہے وہ آگے بھی لڑتا رہے گا، اور عدالت کا جو بھی فیصلہ ہوگا وہ قابل قبول ہوگا۔ جبکہ دوسری جانب ہندو اور مسلم فریق دونوں کی بحثوں سے اب تک جو صاف ہوا ہے اس کے مطابق دونوں فریق کے لیے لچک دکھانا بے حد مشکل ہے، تاہم یہ کہا جارہا ہے کہ مسلم فریق کی جانب سے اراضی میں کسی حد تک لچک دکھانے کی تیاری کی جارہی ہے۔ یعنی مسلم فریق عدالت میں ایک حد تک لچک دکھا سکتا ہے۔ لیکن اس تعلق سے بھی سید قاسم رسول الیاس نے واضح کردیا ہے کہ لچک کی جو بات کی جارہی ہے وہ تحویل اراضی تک ہی محدود ہے۔ ۶۷ ایکڑ کی جو زمین ہے اسی میں لچک کی گنجائش ہے، مسجد کے مقام پر لچک کی کوئی گنجائش نہیں کیوں کہ مقدمے کی اصل روح تو یہی ہے اور ہم عدالت میں اسے ثابت بھی کرچکے ہیں۔

ووٹر ویریفکیشن کی مدت کار میں توسیع کا فائدہ اٹھائیں، غفلت نہ برتیں

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے ایک اخباری بیان میں کہا کہ الیکٹورل ویری فکیشن پروگرام (EVP) جو یکم ستمبر سے 15 اکتوبر تک پورے ملک کی تقریبا تمام ریاستوں میں بڑے زوروشور سے چل رہا ہے، امارت شرعیہ کے ساتھ مختلف تنظیموں نے بھی عام لوگوں کو بڑے پیمانے پر اس کام کی اہمیت کی جانب متوجہ کیا تاہم بعض علاقوں میں مختلف وجوہات اور دشواریوں کے سبب بہت سے لوگ اس کام سے رہ گئے، لوگوں کا ہجوم، بی ایل او کی عدم دلچسپی، کاؤنٹر کی کمی اور غیر معمولی بارش وسیلاب کی پریشانیوں کو دیکھتے ہوئے امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے الیکشن کمیشن آف انڈیا نئی دہلی کو مذکورہ حالات سے آگاہ کرنے اور اس کی مدت کار میں توسیع کرنے کے لئے ایک اہم مکتوب کے ذریعہ مطالبہ فرمایا، امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے اعلیٰ سطحی وفد نے چیف الیکٹورل آفیسر پٹنہ سے اس حوالہ سے ملاقات کی، اور ان سے مدت میں توسیع کے ساتھ بی ایل او کو جوابدہ بنانے اور آن لائن ویری فیکیشن کے سسٹم کو فعال اور تیز رفتار بنانے کی اپیل کی تھی۔ اور الیکشن کمیشن آف انڈیا کے اہم افسران سے اس موضوع پر مستقل رابطے کئے گئے۔ دوسری طرف امارت شرعیہ کے اہم قضاۃ حضرات نے بھی اپنے اپنے اضلاع کے ڈی ایم کے توسط سے الیکشن کمیشن آف انڈیا کے نام میمورنڈم سونپا، اسی طرح دوسری سرکردہ ملی تنظیموں نے بھی مدت کار میں توسیع کے لئے الیکشن کمیشن آف انڈیا سے پرزور مطالبہ کیا، جس کے نتیجے میں ویری فیکیشن کی مدت اب ۱۵/ اکتوبر ۲۰۱۹ء سے ۱۸/ نومبر ۲۰۱۹ء کردی گئی ہے، امارت شرعیہ عوام سے اپیل کرتی ہے کہ اس مدت کو غنیمت جانتے ہوئے ترجیحی بنیاد پر دوسرے ضروری کاموں کی طرح اسے بھی لازم سمجھیں، بغیر کسی غفلت وکوتاہی کے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے، ایک ماہ کی مدت کوئی بڑی مدت نہیں ہے، وہ سارے دردمندان ملت جو اس حوالہ سے اپنی خدمات پیش کررہے ہیں قابل مبارکباد ہیں، حسب معمول وہ لوگوں کو بیدار کرتے رہیں، اور ان کی مدد کو اپنے لئے سعادت سمجھیں، واضح رہے کہ ویری فیکیشن کے ساتھ ساتھ ووٹر آئی ڈی کی تصحیح واندراج کا کام بھی کرتے رہیں۔ پڑھے لکھے باشعور لوگوں، سماجی کارکنان اور کمپیوٹر کے جانکار نوجوانوں اور اپنے اپنے حلقوں کے مدارس ومکاتب اور اسکولوں کے ذمہ داران اور حضرات ائمہ مساجد کو آگے بڑھ کر اس کام میں لوگوں کا تعاون کرنا چاہئے، اسی کے ساتھ امارت شرعیہ الیکشن کمیشن سے مطالبہ کرتی ہے کہ بی ایل او اور آن لائن ویری فیکیشن کے نظم کو بھی فعال اور تیز رفتار بنانے کے لئے فوری اقدام کیا جائے۔

بورڈ کو توقع ہے کہ بابری مسجد مقدمہ کا فیصلہ حق وانصاف کے مطابق ہوگا

لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس مورخہ ۱۲/ اکتوبر ۲۰۱۹ء کو صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی زیر صدارت منعقد ہوا، جس میں مختلف امور پر غور کرنے کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں: ۱- بابری مسجد کے سلسلہ میں مسلمانان ہند کا موقف وہی ہے جس کا بورڈ کی طرف سے بار بار اظہار کیا گیا ہے کہ جو جگہ مسجد کے لئے وقف کردی جائے وہ ہمیشہ مسجد باقی رہتی ہے۔ اس کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے نہ مسلمان اس سے دست بردار ہوسکتے ہیں اور نہ اسے منتقل کرسکتے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ نقطہ نظر پوری طرح تاریخی حقائق اور شواہد پر مبنی ہے کہ بابری مسجد کسی مندر کو منہدم کرکے یا کسی مندر کی جگہ پر تعمیر نہیں کی گئی۔ بابری مسجد کے بارے میں بعض حلقوں سے مصالحت کی بات بار بار آتی رہی ہے اور بورڈ نے پورے خلوص کے ساتھ مصالحت کی ایسی کاروائیوں میں شرکت بھی کی، تاکہ انصاف پر مبنی کوئی حل نکل آئے، جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔ لیکن بار بار کی کوششوں کے بعد یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ اس مسئلہ میں بظاہر مصالحت کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس لئے واضح کیا جاتا ہے کہ اب جب کہ مقدمہ کی سماعت مکمل ہوگئی ہے، مصالحت کا کوئی موقع باقی نہیں رہ گیا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے وکلاء سینئر ایڈوکیٹ ڈاکٹر راجیو دھون کی قیادت میں جو دلائل وشواہد عدالت میں پیش کئے ان کی بنیاد پر پوری توقع کی جاتی ہے کہ فیصلہ بابری مسجد کے ہی حق میں ہوگا، جو حق وصداقت کے تقاضوں پر مبنی ہوگا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس مقدمہ پر نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں اور لوگ یہ توقع رکھتے ہیں کہ ملک کی عدالت عظمٰی دستور ہند، ملکی قوانین اور حقائق وشواہد کو پیش نظر رکھے گی۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ سینئر ایڈوکیٹ ڈاکٹر راجیو دھون، سینئر ایڈوکیٹ شیکھر نافڈے، سینئر ایڈوکیٹ میناکشی اروڑہ، سینئر ایڈوکیٹ یوسف حاتم مچھالا، سینئر ایڈوکیٹ ظفریاب جیلانی اور ایڈوکیٹ آن ریکارڈ جناب شکیل احمد سید، ایم آر شمشاد، اعجاز مقبول، ارشاد احمد، فضیل احمد ایوبی اور جونیئر وکلاء محترمہ آکریتی چوبے، قرۃ العین، جناب پرویز داباز، عظمٰی جمیل حسین، ادتیہ سمدّر، محترمہ سائرہ حق اور دیگر جونیئر وکلاء نے غیر معمولی محنت وجانفشانی کے ساتھ اس مقدمہ کی پیروی کی۔ بورڈ ان وکلاء کی خدمات کو قدر وتحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کا شکر گزار ہے۔ ۲- ہندوستان ایک کثیر ثقافتی اور کثیر مذہبی ملک ہے۔ یہاں رہنے والے ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اپنی تہذیبی شناخت کے ساتھ زندگی گزارنے کی دستوری آزادی ہے۔ یونیفام سول کوڈ اس ملک کے لئے ہرگز موزوں نہیں ہے۔ اس لئے یونیفام سول کوڈ لانے کی عدلیہ یا مقنّنہ کے ذریعہ جو بھی کوشش کی جائے گی، بورڈ اس کی پرزور مخالفت کرے گا۔ یہاں یہ بات بھی واضح کردینا ضروری ہے کہ یہ مسئلہ صرف مسلمانوں کا ہی نہیں ہے بلکہ اس سے ملک کی دیگر اقلیتیں اور قبائل بھی متاثر ہوں گے۔ اس لئے یہ اجلاس حکومت ہند سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس طرح کا کوئی بھی قدم اٹھانے سے باز رہے۔ ۳- تین طلاق سے متعلق جو قانون پارلیمنٹ سے پاس کیا گیا ہے وہ قانون شریعت میں مداخلت ہے اور سپریم کورٹ کے فیصلہ اور دستور ہند کے بھی مغائر ہے، نیز اس سے عورتوں اور بچوں کا مفاد بھی متاثر ہوگا۔ لہٰذا بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اس قانون کو عدلیہ میں چیلنج کرے گا اور عنقریب اس کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ پٹیشن داخل کرے گا۔

خصوصی تربیتی اجلاس کی تیاری شباب پر

حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت پر مورخہ ۲/ تا نومبر ۲۰۱۹ء ضلع مدھے پورہ، سوپول اور سہرسہ میں خصوصی تربیتی اجلاس کا انعقاد ہونے جارہا ہے، تینوں اضلاع میں اجلاس کی تیاری کا کام شباب پر ہے، مولانا قمر انیس قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ تینوں ضلع کے مختلف بلاکوں میں پہونچ کر کمیٹیاں تشکیل دینے کا کام انجام دے رہے ہیں، اکثر بلاکوں میں کام مکمل ہوچکا ہے، اجلاس کے اشتہار اور دعوت نامے کی تقسیم کا سلسلہ شروع ہے، استقبالیہ کمیٹی کے ذمہ داران وارکان اپنے اپنے ضلع کے اجلاس کو مثالی اور معیاری بنانے کے لئے پوری فکرمندی کا ثبوت دے رہے ہیں، واضح رہے کہ مورخہ ۲/۳ نومبر کو شہر مدھے پورہ میں ۴/۵ نومبر کو شہر سوپول اور ۶/۷ نومبر کو شہر سہرسہ میں ضلعی سطح کا اجلاس امارت شرعیہ کے زیر اہتمام حضرت امیر شریعت مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہورہا ہے، ہر ضلع کا اجلاس دوروزہ ہوگا، یہ اجلاس اپنی نوعیت میں منفرد اور مثالی ہوا کرتے ہیں، ہر جگہ پہلے دن کا اجلاس نقباء، نائبین نقباء، ارکان شوریٰ وعاملہ اور ارباب حل وعقد کے لئے خاص ہوتا ہے، اور دوسرے دن کے اجلاس میں حضرات علماء، ائمہ کرام، مدارس کے ذمہ داران، دانشوران اور سماجی کارکنان کی شرکت ہوتی ہے، اور دوسرے ہی دن بعد نماز مغرب اجلاس عام کا انعقاد ہوتا ہے، جس میں ضلع کے عوام وخواص شریک ہوتے ہیں، اجلاس کا مقصد امارت شرعیہ کے تنظیمی ڈھانچے کو مضبوط بنانا، نقباء ودیگر سماجی ذمہ داران، علماء کرام وائمہ حضرات کو ان کی ذمہ داریوں کے تعلق سے بیدار کرنا، علاقے کے تعلیمی، سماجی، معاشی اور دینی حالات سے واقفیت حاصل کرنا، اور اس کے حل کے سلسلہ میں مناسب رہنمائی کرنا ہے، قائم مقام ناظم جناب مولانا شبلی القاسمی صاحب نے ان اضلاع کے مخلصین، علماء وائمہ، نقباء ونائبین اور دانشوران وسماجی کارکنان اور عام مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ ہر ضلع کے اجلاس کو کامیاب بنانے میں بھرپور تعاون دیں۔

وفد امارت شرعیہ کا دورۂ رانچی، لوہردگا وگملا اختتام پذیر

امارت شرعیہ کا ایک موقر وفد مورخہ ۱۰/ اکتوبر سے ضلع رانچی، لوہردگا اور گملا کے اصلاحی دورہ پر تھا، یہ دورہ ۱۷/ اکتوبر کو بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا، اس دورہ کے موقع پر ۱۸/ جگہوں پر بڑے بڑے اجلاس کا انعقاد ہوا، جہاں جہاں وفد پہونچا، وہاں کے مسلمانوں نے اپنی آبادی میں کئی کیلومیٹر آگے آکر وفد کا استقبال کیا، حضرت امیر شریعت پائندہ باد، امارت شرعیہ زندہ باد کے نعرے لگائے، اور اجلاس میں شوق وجوق کے ساتھ شریک ہوئے، ان اضلاع کے علماء نے اعتراف کیا کہ موجودہ وقت میں اس وفد کے آنے سے علاقے میں بیداری کی نئی لہر محسوس کی جارہی ہے، علماء اکرام کے بیانات سے متاثر ہوکر بڑے بڑے مجمع نے گناہوں سے سچی توبہ کرکے نیک اور پاکیزہ زندگی گذارنے کا عہد کیا، دینی مکاتب کے قیام کی ضرورت، دارالقضاء کے نظام کی اہمیت ایک امیر شریعت کی ماتحتی میں اجتماعی زندگی گذارنے کی عظمت اور اصلاح معاشرہ کی تحریک کو فوقیت دینے کے سلسلہ میں موثر بیانات ہوئے اور لوگوں نے امارت شرعیہ کی ہمہ جہت کارکردگی اور موجودہ امیر شریعت مدظلہ کی مفکرانہ ومدبرانہ قیادت میں امارت شرعیہ کے پھیلے ہوئے کاموں کو قریب سے جانا، اس دورہ میں ان تینوں اضلاع کی موجودہ تعلیمی، سماجی، دینی اور معاشی حالت کا بھی جائزہ لیا گیا، امارت شرعیہ کے نقباء سے خصوصی ملاقات کرکے انہیں اپنی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں متحرک کیا گیا، دورہ کی قیادت نائب ناظم امارت شرعیہ مفتی محمد سہراب ندوی نے کی، جبکہ مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی نذر توحید صاحب چترا، مولانا منظور عالم صاحب اٹکی، جناب مفتی انور صاحب قاضی شریعت رانچی، مولانا عمر فاروق قاضی شریعت لوہردگا، جناب مولانا اکرام الحق عینی صاحب صدر تنظیم امارت شرعیہ لوہردگا، مولانا مزمل حسین قاسمی وحافظ شہاب الدین مبلغین امارت شرعیہ شریک وفد رہے، دورہ ہر اعتبار سے کامیاب اور اس کے اثرات بحمد اللہ قابل صد شکر رہے۔

Volume:59/69,Issue:40 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

تماشہ ہے کہ دکھ دینے کا بھی الزام ہے تجھ پر
مزہ یہ ہے کہ ہر دکھ میں تجھی کو یاد کرتے ہیں
(شادعظیم آبادی)

این آرسی کے ذریعہ مسلمانوں کو پریشان کرنے کی کوشش

سید محمد عادل فریدی

گذشتہ چند مہینوں میں این آرسی (نیشنل رجسٹر آف سٹیزن) پر اس قدر بحث ہوئی ہے کہ ملک کے سارے اہم مسائل پیچھے چھوٹ گئے ہیں اور ہر جگہ خاص کر مسلمانوں کے درمیان این آرسی کا ہی چرچہ ہے، دراصل یہ معاملہ تب عام لوگوں کے سامنے آیا جب ۲۰۱۸ء میں آسام میں این آرسی کو شائع کیا گیا اور اس میں تقریباً چالیس لاکھ لوگ این آرسی سے باہر رہ گئے، آسام کی مسلم تنظیموں نے اس کے خلاف سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور پھر دوبارہ سپریم کورٹ کی نگرانی میں این آر سی پر نظر ثانی کا کام ہوا اور ۳۱/اگست ۲۰۱۹ء کو این آرسی کی فائنل لسٹ منظر عام پر آئی، جس میں انیس لاکھ لوگوں کے نام این آرسی سے باہر ہیں۔ ان میں سے بارہ لاکھ سے زائد لوگ ہندو ہیں۔ آسام این آرسی کا نتیجہ دیکھ بی جے پی، آر ایس ایس اور ان کے حامیوں کے پیروں سے زمین نکل گئی، اس سے پہلے پورے ملک میں وہ یہ وہم پھیلاتے تھے کہ آسام میں ڈیڑھ کروڑ بنگلہ دیشی مسلمان گھس پیٹھئے غیر قانونی طریقہ سے رہ رہے ہیں، لیکن جب آسام کا نتیجہ آیا اور اس میں صرف ۴۔۵ لاکھ مسلمانوں کا نام آیا اور بڑی تعداد ہندوؤں کی ہے، تو اب ان کے سُر بدل گئے ہیں۔ پہلے تو بی جے پی کے لیڈران یہ اعلان کرتے پھرتے تھے کہ پورے ملک میں این آرسی نافذ کیا جائے اور گھس پیٹھیوں یعنی مسلمانوں کو چن چن کر باہر نکالا جائے، لیکن جب اتنے ہندو گھس پیٹھیوں کا نام سامنے آیا تو اب ان کے لیڈران ہندوؤں کو یہ بھروسہ دلاتے پھر رہے ہیں کہ ایک بھی ہندو کو ملک سے باہر نہیں جانے دیا جائے گا، انہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ملک کے وزیر داخلہ نے بھی اس کو ہندو مسلم کا مسئلہ بنادیا اور ہندو ووٹوں کو متحد کرنے کے لیے اب اعلان کیا ہے کہ این آرسی سے پہلے سٹیزن شپ امینڈمنٹ بل آئے گا جس کے تحت پہلے سبھی ہندوؤں، سکھوں، پارسیوں، جینیوں، بودھوں اور عیسائیوں کو خواہ وہ قانونی طور پر آئے ہوں یا غیر قانونی طور پر ہندوستان کی شہریت دے دی جائے گی۔ رہ گئے مسلمان تو ان کے لیے این آرسی لایا جائے گا اور انہیں پریشان کیا جائے گا۔

ابھی حال ہی میں موجودہ وزیر داخلہ امت شاہ نے کولکاتا کے ایک جلسے میں کہا کہ "میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم ہندوستان میں ایک بھی گھس پیٹھئے کو رہنے نہیں دیں گے، انہیں چُن چُن کر باہر نکالیں گے......، کوئی شرنارتھی کو جانے نہیں دیں گے، کوئی گھس پیٹھئے کو رہنے نہیں دیں گے، یہ دونوں بات طے ہے۔ آئے ہوئے سبھی شرنارتھی، ہندو، سکھ، بودھ، جین، کرشچن سبھی کو اور وشیش کر (خاص کر) ہندو شرنارتھی بھائیوں کو آشوست کرنے آیا ہوں کیوں کہ ان کی سنکھیا بہت بڑی ہے، کہ جو شرنارتھی جو بھارت میں آئے ہیں، ان کو بھارت کی سرکار بھارت چھوڑنے پر مجبور نہیں کرنے والی ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کی سرکار این آرسی سے پہلے سٹیزن شپ امینڈمنٹ بل (CAB) لے کر آرہی ہے، سی اے بی کا مطلب ہے کہ بھارت کے اندر جتنے بھی ہندو، سکھ، بودھ، جین، کرشچن جتنے بھی شرنارتھی آئے ہیں ان سبھی کو بھارت کی ناگرکتا (شہریت) ہمیشہ کے لیے پردان کردی جائے گی۔

سٹیزن شپ امینڈمنٹ بل (شہریت ترمیمی بل) کیا ہے؟

بی جے پی کی قیادت والی این ڈی اے حکومت نے سی اے بی یعنی سٹیزن شپ امینڈمنٹ بل ۱۹/جولائی ۲۰۱۶ء کو لوک سبھا میں پیش کیا تھا، بل پیش ہونے کے بعد یہ ۱۲/اگست ۲۰۱۶ء کو جوائنٹ پارلیامنٹری کمیٹی کے حوالہ کردیا گیا، جس نے ۷/جنوری ۲۰۱۹ء کو اپنی رپورٹ پیش کردی، اس کے بعد یہ بل لوک سبھا میں بحث کے لیے ۸/جنوری کو پیش ہوا، اور اپوزیشن کی مخالفت کے باوجود این ڈی اے کی عددی اکثریت کی وجہ سے یہ بل لوک سبھا سے پاس ہوگیا۔ اگلے دن ۹/جنوری کو یہ راجیہ سبھا میں پیش کیا گیا، لیکن وہاں سے یہ بل پاس نہیں ہوسکا، اور ۲۰۱۹ء کے جنرل الیکشن کے لیے لوک سبھا تحلیل ہونے کی وجہ سے یہ بل کالعدم ہوگیا۔ چنانچہ دوبارہ بی جے پی نے ۲۰۱۹ء کے جنرل الیکشن میں اس بل کو اپنی انتخابی تشہیر کا حصہ بنایا، دوسری طرف کانگریس پارٹی نے بھی سی اے بی کی مخالفت کو اپنے مینی فیسٹو میں شامل کیا ہے کیوں کہ یہ بل آئین کی بنیادی دفعات میں سے دفعہ ۱۴/اور دفعہ ۲۵/کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور اب دوبارہ بی جے پی حکومت سی اے بی کو لوک سبھا میں پیش کرنے کی تیاری کررہی ہے، اگر یہ بل پاس ہوجاتا ہے تو اس کا نام سٹیزن شپ امینڈمنٹ ایکٹ ۲۰۱۹ء ہوگا۔ اس بل کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان، افغانستان یا بنگلہ دیش سے ترک وطن کرکے ہندوستان آنے والے وہاں کے اقلیتی فرقے؛ ہندو، سکھ، جین، پارسی، بودھ اور کرشچن اب ہندوستان میں غیر قانونی تارکین وطن نہیں کہلائیں گے بلکہ وہ ہندوستانی شہری قرار پائیں گے اگر ان کو ہندوستان میں آئے ہوئے چھ سال ہو گئے ہیں، خواہ وہ قانونی طور پر ہندوستان میں داخل ہوئے ہوں یا غیر قانونی طریقہ پر۔

کولکاتا میں دیے گئے اپنے بیان کے پہلے اور بعد میں امت شاہ کئی انٹرویو میں بھی یہ کہہ چکے ہیں کہ "این آرسی اکیلا نہیں آرہا ہے، اس کے ساتھ سٹیزن شپ امینڈمنٹ بل آئے گا، اور پہلے اس بل کے ذریعہ تمام ہندو، سکھ، بودھ، جین اور کرشچن شرنارتھیوں کو شہریت دے دی جائے گی اور وہ این آرسی کا حصہ نہیں بنیں گے اور این آرسی صرف گھس پیٹھیوں کو نشان زد کرنے کے لیے ہوگا۔ ہندو، سکھ، بودھ جین اور کرشچن کو کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، نہ انہیں کسی ڈاکومنٹ کی ضرورت ہے، کیوں کہ ہم ان کو بھارت کی ناگرکتا دے کر بھارت کے ناگرک کے برابر بنانے جارہے ہیں، نہ ان کو کوئی رجسٹریشن کرانے کی ضرورت ہے، نہ ان کو کوئی کارڈ نکالنے کی ضرورت ہے، میں سب کو بھروسہ دلاتا ہوں کہ سی اے بی پہلے آئے گا اور سی اے بی کے بعد ہی این آرسی آئے گا۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ امت شاہ "گھس پیٹھئے" کا لفظ صرف مسلمانوں کے لیے کہہ رہے ہیں۔ امت شاہ کے اس بیان کے ذریعہ ملک کے بہت سے دانشوروں اور اہل علم کا خیال تھا کہ پورے ملک میں این آرسی نافذ نہیں ہوسکتا یہ ممکن نہیں ہے، بہت سی تحریریں اخبارات میں اور سوشل میڈیا پر ایسی آئیں جس میں مسلمانوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ این آرسی دوسرے صوبوں میں نہیں ہوسکتا ہے۔ لیکن امت شاہ کے اس بیان کے بعد ان کے بھی خیالات بدل گئے ہیں اور اب سب لوگ کہہ رہے ہیں کہ این آرسی ہوگا، اور یہ بھی واضح ہے کہ اس کا اثر صرف مسلمانوں پر پڑے گا، امت شاہ کہتے ہیں کہ این آرسی سے باہر رہنے والے گھس پیٹھیوں (مسلمانوں) کو چن چن کر باہر نکالا جائے گا حالانکہ کسی کو ملک سے باہر کردینا اتنا آسان نہیں ہے، اس میں قانونی پیچیدگیاں ہیں، اس لیے مرکزی حکومت خاموشی کے ساتھ کئی ریاستوں میں ڈٹینشن سینٹر یعنی عارضی قید خانے بنوارہی ہے کہ اس میں این آرسی سے باہر رہ جانے والے لوگوں کو رکھا جاسکے۔ لیکن اس ملک میں صرف سرکار ہی سب کچھ نہیں ہے، عدالتیں ہیں، ہائی کورٹ ہے، سپریم کورٹ ہے، اس لیے بہت زیادہ ڈرنے اور خوف زدہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے، ہاں مسلمانوں کو اس کے لیے ابھی سے تیاری کرنی چاہئے اور کاغذات کے اعتبار سے اپنے آپ کو این آرسی کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہئے۔ گرچہ ابھی یہ متعین نہیں ہے کہ این آرسی کی یہ کارروائی کب شروع ہوگی، کیا پورے ملک میں ایک ساتھ شروع ہوگی یا الگ الگ ریاستوں میں الگ الگ تاریخوں میں شروع ہوگی یہ کہنا ابھی مشکل ہے۔

بہت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ اگلے سال یکم اپریل ۲۰۲۰ء سے ۳۰/ستمبر ۲۰۲۰ء تک این پی آر (نیشنل پاپولیشن رجسٹر) کا کام ہونے والا ہے، وہی این آرسی کی کارروائی ہے، ایسا نہیں ہے یہ این پی آر مردم شماری کی کارروائی ہے جو ہر دس سال پر ہوتی ہے، اس سے پہلے ۲۰۱۱ء میں ہوئی تھی، اس کے لیے نوٹفکیشن ۲۰۰۹ء میں جاری ہوا، ۲۰۱۰ء میں گھر گھر جاکر مردم شماری کی گئی اور ۲۰۱۱ء میں نتیجہ شائع کیا گیا۔ اسی طرح ۲۰۱۹ء میں نوٹیفکیشن آیا ہے، ۲۰۲۰ء میں کارروائی ہوگی اور ۲۰۲۱ء میں نتیجہ شائع ہوگا۔ ہاں اس بار نئی بات یہ ہونے والی ہے کہ اس مرتبہ این پی آر ڈجیٹل ہوگا اور کمپیوٹرائزڈ رجسٹر بنے گا، سبھی شہریوں کے دستاویزات کو ڈجیٹل شکل میں کمپیوٹر میں محفوظ کیا جائے گا اور ان کا ڈجیٹل سگنیچر بھی محفوظ رکھا جائے گا، (ڈجیٹل سگنیچر کا مطلب انگلیوں کے نشانات کو کمپیوٹر میں محفوظ رکھنا ہے) جیسا آدھار اور پاسپورٹ میں کیا جاتا ہے۔ اس این پی آر کے لیے آپ کو پیدائش کے ایک سرٹیفکٹ اور ایڈریس کے ایک پروف کی ضرورت پڑے گی، اس کی بنیاد پر آپ کا نام مردم شماری کے رجسٹر میں درج ہوجائے گا۔

جہاں تک این آرسی کا تعلق ہے تو ۱۹۵۱ء کی این آرسی کے بعد آسام پہلی ایسی ریاست ہے جہاں این آرسی ہوئی ہے، وہاں ۱۹۸۵ء سے این آرسی کی آواز اٹھ رہی تھی بالآخر عملی طور پر ۲۰۱۳ء میں این آرسی کی کارروائی شروع ہوسکی، پانچ سال کی کارروائی کے بعد ۲۰۱۸ء میں پہلا نتیجہ شائع ہوا، جس پر نظر ثانی کے لیے سپریم کورٹ میں اپیل کی گئی بالآخر سپریم کورٹ کی نگرانی میں نظر ثانی ہوئی اور فائنل لسٹ ۳۱/اگست ۲۰۱۹ء کو شائع ہوئی ہے، اس لسٹ میں ساڑھے تین کروڑ کی آبادی میں سے ۱۹/لاکھ لوگوں کے نام شامل نہیں ہیں، ان میں سے بارہ لاکھ سے زیادہ ہندو ہیں۔ دیگر ریاستوں کے لیے این آرسی کی تاریخ اور طریقہ کار ابھی طے نہیں ہوا ہے، لیکن امت شاہ کے بیان سے یہ بات تو یقینی ہے کہ این آرسی ہوکر رہے گا اور وہ بھی صرف مسلمانوں کے لیے ہوگا، اس لیے مسلمانوں کو خاص طور پر تیار رہنا چاہئے اور اپنے کاغذات کو آسام کے طرز پر ہی تیار کرکے محفوظ کرلینا چاہئے، حالانکہ ابھی دیگر ریاستوں کے لیے کوئی گائڈ لائن جاری نہیں کیا گیا ہے کہ این آرسی میں کن کن دستاویزات کی ضرورت پڑے گی۔ لیکن ابھی حال ہی میں آسام میں این آرسی ہوا ہے، تو ممکن ہے کہ اسی طرز پر دیگر ریاستوں میں بھی ہو۔ آسام میں این آرسی کے دوران جس طرح کے دستاویزات کی ضرورت پڑی تھی اسی طرح کے دستاویزات دیگر ریاستوں کے مسلمانوں کو بھی تیار کرلینا چاہئے۔

آسام این آر سی میں کن دستاویزات کی ضرورت پڑی تھی؟

آسام میں این آرسی کے تعلق سے دستاویزات جمع کرنے کے سلسلہ میں سرکار کی جانب سے جو ہدایات دی گئی تھیں اور جن کے مطابق وہاں کے لوگوں نے کاغذات تیار کیے تھے، ان میں دو قسم کے دستاویزات جمع کرنے کی ہدایت دی گئی تھی لسٹ اے کے دستاویزات اور لسٹ بی کے دستاویزات؛ (بقیہ صفحہ ۱۰/پر)